قد ا ... صلی

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات ... ہے نہ دنیا ...

جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ...

مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے ...

حاصل ہو جائے گی ۔ نہ اس میں ...

حالانکہ ان میں سے کسی ایک ... میں برملا یہ ساری خرافات ...

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ

المرشد

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷[illegible]

جلد ۱۷ صفر ۱۴۱۷ھ ۔ مطابق جولائی ۱۹۹۶ء شمارہ ۱۲

مدیر:- تاج رحیم ٭ سرکولیشن مینجر:- رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

موجودہ دہشت گردی اور اسلام	پروفیسر حافظ عبدالرزاق	۵
اسلام نافذ ہو کر رہے گا	مولانا محمد اکرم اعوان	۸
تقویٰ	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۳
اللہ کے بندے کے نام	پروفیسر حافظ عبدالرزاق	۲۵
امریکہ سے خط		۳۲
اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا انقلاب	طلحہ اویسی	۳۹
معاشرے کا بنیادی اصول	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۲
اسلام اور حقوق نسواں	پروفیسر محمد سلیم	[illegible]
[illegible] اور رشوت کی طرف ایک قدم	سیف الرحمن سیف	۶۲

پتہ:- ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور ۵۴۷۷۰

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق فون نمبر۔ ۵۱۱۵۰۸۶

پرنٹرز [illegible] انقلاب جدید پریس لاہور

ماہنامہ المرشد

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرو اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۳۵۰ امریکن ڈالر

اداریہ

کامیاب جہاد کی شکست

افغانستان میں آج بھی تباہی کے دیوتا کا رقص جاری ہے جب کہ جہاد افغانستان کی کامیابی کو تقریباً آٹھ سال ہو چلے ہیں۔ افغانستان کا المیہ اپریل 1978ء میں سردار داؤد کے قتل اور کمیونسٹوں کے اقتدار پر قبضے سے شروع ہوا جو آج بھی جاری ہے اور اللہ جانے کب تک بے گناہ مسلمانوں کا خون اسی طرح بہتا رہے گا۔ 1979ء سے 1989ء تک روسی فوجوں کے ہاتھوں دس لاکھ سے زائد افغانی مسلمان مارے گئے۔ 50 لاکھ سے زائد مہاجر بن کر پاکستان اور ایران کے مہاجر کیمپوں کے قیدی ہوئے۔ ڈیڑھ کروڑ کی آبادی میں سے کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو اپنے گھر سے بے دخل نہ ہوا ہو۔

روسی فوجوں کے خلاف جہاد میں نہ صرف افغانی مجاہدین نے بلکہ کئی مسلمان ممالک اور خصوصاً پاکستان سے مجاہدین نے بھرپور حصہ لیا۔ شہداء کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔ مجاہدین اور شہداء کی قربانیوں کے نتیجے میں جہاد کامیاب ہوا۔ روس جیسے سپر پاور کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہاں تک تو اسلامی جذبہ جہاد نے کامیابی کے ساتھ اپنا کردار ادا کیا۔ لیکن اصل المیہ تو جہاد کی کامیابی کے بعد شروع ہوا کہ تمام مذہبی جماعتوں کے ان لیڈروں نے' جو دوران جہاد اسلام آباد کی پرامن فضا میں وی آئی پی مہمانوں کی حیثیت سے عیش میں رہتے رہے' ایک کامیاب جہاد کو شکست میں بدل دیا کہ جہاد شخصیات کی جنگ بن گئی۔ اسلامی نظریہ' ہوس اقتدار کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ سو فیصد سنی مسلمانوں کا یہ ملک جو جہاد کے نتیجے میں کفار اور غاصبوں سے آزاد ہوا تو مذہبی امراء کی ہوس پرستی کے ظلم کا شکار ہو گا اور ان مسلمان شکل و صورت رکھنے والے ہوس پرستوں نے وہ تباہی مچائی کہ روس بھی کہہ سکتا ہے کہ "ہم تو اتنے ظالم نہ تھے۔"

وہ علماء اور تحریکیں جو خلافت اسلامیہ کی تبلیغ میں دن رات کوشاں ہیں۔ اگر وہ یہ پوچھنے کی جرات کرنے کی اجازت دیں کہ وہ افغانستان کی اس تلخ حقیقت پر کیوں خاموش ہیں؟ کیا جہاد افغانستان جیسی مثال اس دور میں مل سکتی ہے؟ جہاد کے صلے میں وہاں ایک اسلامی طرز کی حکومت قائم کیوں نہ ہو سکی اور ایک کامیاب جہاد شخصیات کے ہوس اقتدار کی نظر کیوں ہو گیا؟ خلافت کے یہ علمبردار کن مسلمانوں میں سے کس فرد واحد کو خلیفہ کے کردار کی شخصیت تسلیم کرنے پر متفق ہو سکتے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہر تحریک خلافت کا لیڈر خود ہی مسند خلافت کا امیدوار ہو؟

تاج رحیم

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

جان تن سے جدا ہو تو طیبہ میں ہو
ہر گھڑی ہم نہ کیوں یہ تمنا کریں
ذرہ ذرہ یہاں کا ہے خلد نظر
اب کہاں جا کے فردوس ڈھونڈا کریں

چار سو بارش نکہت و نور ہے
دامن زیست رحمت سے معمور ہے
آرزوئے دلی ہے کہ بن کے گدا
ہم اسی در کا ہر وقت پھیرا کریں

ان کا نقش قدم شاہراہ حسیں
گمراہی کا جہاں کوئی خطرہ نہیں
ہیں شفیع امم شاہ ہر دو سرا
پھر کسی غیر کا آسرا کیوں کریں

کر رہے ہیں فرشتے تلاش زبان
ہے دبیر فلک بھی قلم در دہاں
کر سکے سارا عالم نہ جس کو بیاں
کس طرح ہم بیاں اس کو تنہا کریں

مہر تابان ہیں صرف آپ کی سنتیں
ہمیں ضلالت کی زائیدہ کل بدعتیں
تیرگی ان کی زائل نہ ہو گی کبھی
گرچہ ہر دور میں رنگ بدلا کریں

جاگ اٹھے نصیبہ دل زار کا
کاش بخشیں شرف اپنے دیدار کا
ورنہ پا بستہ دام جرم خطا
خود لیاقت کا کس منہ سے دعوے کریں

اے حبیب خدا آپ کا مصطفیٰؐ
کیا کرے اور اس کے سوا التجا
ہو رہا ہے زمانہ مخالف تو کیا
آپؐ چشم عنایت سے دیکھا کریں

از۔ مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحی حیدر آباد۔ انڈیا

موجودہ دہشت گردی اور اسلام

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عمل اور مکافات عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یایوں کہئے کہ عمل اور مکافات عمل لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں کوئی عمل ہو گا اس کا اثر یا نتیجہ کسی نہ کسی صورت میں لازماً ظاہر ہو کے رہے گا۔ عمل کی دو صورتیں ہیں ایک انفرادی دوسری اجتماعی۔ انفرادی عمل کا دائرہ اثر محدود ہوتا ہے اور اجتماعی عمل کے اثرات دور دور تک پھیلتے ہیں اور یہ دوری بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ہے وسعت مکانی دوسرا وسعت زمانی یعنی ایک تو اجتماعی عمل کے اثرات سے بہت سے افراد اور بہت سے خطے متاثر ہوتے ہیں دوسرا کئی زمانوں تک پھیل جاتے ہیں۔

دہشت گردی انفرادی عمل سے شروع کر اب اجتماعی بلکہ قومی صورت اختیار کر گئی ہے جس کی مختلف صورتیں ہیں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ظاہری اور بدنام صورت تو یہی قتل و غارت اور لوٹ مار ہے لیکن جہاں تک قومی دہشت گردی کا تعلق ہے پوری قوم دہشت گرد بن چکی ہے۔ ایک طبقہ کا پیشہ سیاسی دہشت گردی ہے تو دوسرے کا شغل معاشی دہشت گردی ہے۔ ایک طبقہ کا کام اخلاقی دہشت گردی ہے تو ایک گروہ دینی دہشت گردی میں مگن ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اسلام نے ایک کلیہ بیان کیا ہے ارشاد ربانی ہے **ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم بعض الذى عملوا لعلهم يرجعون۔**

یعنی اللہ کی زمین پر جب فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ لوگوں کی ہاتھوں کی کمائی یعنی اعمال ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عمل سے فساد اور بگاڑ کیسے ہوتا ہے امن و سکون کیوں نہیں پیدا ہوتا۔ تو اس کی وجہ قرآن نے بتائی ہے کہ جب اللہ کریم نے پہلے انسان کو کرہ ارض پر رہنے بسنے کیلئے بھیجا تھا تو اسے ضمانت اور تسلی دیتے ہوئے ایک اصول بتایا تھا کہ دیکھ تجھے اور تیری اولاد کو اس نئی جگہ پر رہ کر زندگی بسر کرنے کا سلیقہ ہم سکھائیں گے اور یہ سن لے کہ زمین پر امن و سکون اسی صورت میں ہو گا جب تم لوگ ہمارے بتائے ہوئے نظام کے مطابق زندگی بسر کرو گے۔ ورنہ فساد بگاڑ پیدا ہوتا رہے گا۔

ارشاد فرمایا۔ **فاما ياتينكم منى هدى فمن تبع هداى خوف عليهم ولاهم يحزنون۔** یعنی جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا۔ اس کے لئے نہ خوف ہے نہ غم۔ خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے اور غم کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے کہ ہائے ایسا کیوں ہو گیا اور حال تو چند لمحے ہی ہوتے ہیں لہٰذا جب ماضی اور مستقبل دونوں کے متعلق اطمینان ہو گیا تو زندگی میں پریشانی اور بگاڑ کا سوال ہی کیا رہ گیا۔

اس اصول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد آدم بالعموم اور وہ قوم بالخصوص جو اپنے آپ کو حامل قرآن سمجھتی ہے اس نے قرآن اور قرآن کا نازل کرنے والے سے بے وفائی ہی نہیں غداری اور بغاوت کا رویہ اپنا رکھا ہے فساد کیوں نہ ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ اس بے وفائی کی غداری یا بغاوت کی وجہ کیا ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے علمی طور پر اور عملی طور پر اعتبار سے رشتہ توڑ لیا ہے اور اس ڈھٹائی سے توڑا ہے کہ ہمارے دل اور ضمیر میں احساس زیاں تک باقی نہیں رہا۔ سوال یہ ہے کہ جب قرآن پڑھا نہیں سمجھا نہیں تو اس پر عمل کیونکر ہو۔ ہاں ایک صورت ہے کہ پڑھنے کی فرصت نہیں تو سن کر ہی پلے باندھ لیں۔ مگر سنیں کس سے؟ اول تو سنانے والوں کو ہم نے اپنے کاغذات مال میں "کمیں" لکھا ہوا ہے اور ہم ٹھہرے شریف اور معزز۔ تو کمیں کی بات کوئی شریف آدمی درخور اعتنا کیسے سمجھے۔ لہٰذا ان سے سننا اور نہ سننا برابر ٹھرا دوسری وجہ ہے کہ جہاں تک ہمارا اختیار چلتا ہے ہماری انتہا کی کوشش یہ ہے کہ یہ سننے سنانے کا سلسلہ ہی ٹھیک ہو جائے تاکہ کوئی سنانے والا ہی نہ رہے۔ دینی مدارس بند کئے جائیں اہل حق کو نکو بنایا جائے اور کفر کے ساتھ سر ملا کر اعلان کیا جائے کہ ہم بنیاد پرست مسلمان نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام کی بنیاد قرآن ہے لہٰذا یہ اعلان دراصل اس حقیقت کا علان ہے کہ ہم قرآن سے دستبردار ہوتے ہیں۔ سوچئے اس سے بڑی بغاوت اور غداری کیا ہو سکتی ہے۔

قرآن سے ہمارا یہ سلوک انفرادی سطح پر نہیں بلکہ **من حیث القوم۔** ہم نے قرآن سے یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے اور ترجمان حقیقت نے ایک فطری اصول کی نشاندھی کی ہے کہ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اپنے خالق اللہ کریم' اپنے محسن۔ رسول کریمؐ اور اپنے رہنما۔ قرآن کریم سے یہ اجتماعی بغاوت اور غداری کر کے ہم نے عذاب الٰہی کو دعوت دی اور آج وہ عذاب ہم پر مسلط ہے اور اس سے نجات کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔

اس بغاوت کی مختلف صورتیں ہیں جو ہم نے اپنا رکھی ہیں اور جو ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ مثلاً"

(الف) سیاسی' دہشت گردی جو قرآن اور اللہ کریم سے سیاسی بغاوت کی ایک صورت ہے۔ ہمارا سیاسی نظام جمہوریت ہے اور جمہوریت کی بنیاد ہے عوام کی حاکمیت اور قرآن کہتا ہے کہ **ان الحکم الا للہ۔** جس کا ترجمہ اقبال نے کیا ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمران ہے اک وہی باقی بتاں آذری

لہٰذا جمہورت صریح کفر اور علی الاعلان قرآن کے خلاف جنگ ہے۔ پھر اس جمہوریت میں اول تا آخر دہشت گردی ہے مثلاً"

ہمارے صدر نے اعلان کیا کہ۔ فاسق' بددیانت اور غیر متقی انتخاب نہیں لڑ سکیں گے۔ (جنگ لاہور 7-10-88)

یعنی اس اعلان کے بعد جو لوگ میدان میں آئے ان میں کوئی غیر متقی نہیں تھا اور جو لوگ کامیاب ہوئے وہ بہترین متقی تھے۔

قرآن متقی کی تعریف بتاتا ہے **الذین یومنون بالغیب' و یقیمون الصلوۃ و مما رزقنا ھم ینفقون۔ والذین یومنون بما انزل الیک۔ و ما انزل من قبلک۔ و بالاخرۃ ھم یوقنون۔**

کیا اس انتخاب میں جو قومی ہیرے منتخب ہوئے وہ سارے ان اوصاف کے مالک تھے؟ یقیناً" ہوں گے جبھی تو صدر کو مسئلہ درپیش آ گیا کہ امام المتقین کسے بنایا جائے چنانچہ صدر کے ناچیز دماغ نے راہ نکال لی۔ کہ سب تقوے دیسی ہیں ایک تقوی ولایتی ہے اور وہ خالص

Made In England لہٰذا اس کو امام المتقین بنا دیا۔

کیا یہ سیاسی دہشت گردی نہیں۔ ہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کسی ایرانی ادیب نے کسی ہندی ادیب سے پوچھا متقی کرامی گویند متقی کسے کہتے ہیں اس نے کہا یک جوان مرد یک جوان عورت شب یکجا بخسپند صبح پاکیزہ برخیزند متقی می گویند ایرانی ادیب کہنے لگا آں را فہمیدم در زبان ما آں را مخنث می گویند - یعنی میں سمجھ گیا ہماری زبان میں اسے مخنث یعنی ہیجڑا کہتے ہیں۔

(ب) دو سال بعد صدر صاحب نے ایک اور اعلان کیا۔

"ہر وہ شخص نااہل ہو گا جو اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نہ ہو۔ کبیرہ گناہوں سے نہ بچتا ہو' اخلاقی پستی میں ملوث ہو۔ غیر ناپاک' بددیانت' فاسق' سزا یافتہ اور نظریہ پاکستان کا مخالف ہو اسلامی اقدار سے انحراف کرتا ہو' اسلامی تعلیمات کا علم نہ رکھتا ہو۔ (جنگ 90 -8 -24)

لیجئے ذرا اس طرح سروے کر کے پوری قیادت میں۔ مرکزی ہو یا صوبائی ایک ممبر کا نام لیجئے جو ان چھ اوصاف کا مالک ہو۔ یہ کہ یہ سب اور جو رہ گئے وہ بھی پڑتال کی چھلنی میں چھانے گئے اور اہل قرار دیئے گئے۔ اللہ و رسول کے ساتھ اس سے بڑا دھوکا کوئی ہو سکتا ہے تو اسے سیاسی دہشت گردی نہیں تو اور کیا کہیں گے۔

(ج) حلقہ انتخابات کا اعداد و شمار پر نگاہ کیجئے۔

رجسٹرڈ ووٹ = 5 کروڑ 22 لاکھ

ڈالے گئے ووٹ ≐ 1 کروڑ 98 لاکھ 36 ہزار

یعنی 62 فیصد ووٹروں نے ووٹ نہیں ڈالے۔ حالانکہ انہوں نے ووٹ ڈالے ہیں۔ وہ کیسے؟ وہ یوں کہ 62 فیصد ووٹروں نے رائے دی کہ جو امیدوار کھڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے کاروبار حکومت سونپا جائے۔

اب بتائیے جمہوریت کی وہ کون سی قسم ہے جس میں 38 فیصد ووٹ ڈالے گئے حکومت بن رہی ہے۔

پھر یہ بتایا گیا کہ ان 38 فیصد میں سے مسلم لیگ کے 40 فیصد اور pp کے 38 فیصد۔ یعنی pp نے کل ووٹروں کے 38 فیصد کا 38 فیصد ووٹ لئے۔ یعنی کل رجسٹرڈ ووٹروں کا 14.4 فیصد ووٹ لئے یعنی ملک کے 14.4 فیصد رائے دہندگان نے جن کے حق پر رائے دی حکومت بنا کے قوم کی نیا کو منجدھاروں سے پار لگانے آ گئے۔

اس سے بڑی سیاسی دہشت گردی کا کوئی تصور بھی کیا جا سکتا ہے۔

(د) اس جمہوریت کا نام اسلامی جمہوریت رکھ کے اسلام کے ذمے ایک اور تہمت لگا دی۔ اول تو اسلامی جمہوریت کی ترکیب ہی بالکل ایسی ہے جیسے کہا جائے "اسلامی کفر" یا اسلامی چکلا' اسلامی ناچ گھر یا اسلامی شراب خانہ پھر کوئی سیاسی نظام اسلامی تب بنتا ہے جب اس کا آئین اور قانون صرف اور صرف قرآن و سنت کو Supprerume Law بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اسلامی ہونے کے لئے سپریم لاء کی ضرورت نہیں صرف لاء کافی ہے اس سیاسی دہشت گردی کی مثال کہیں ملتی ہے۔ ممکن ہے کہہ دیا جائے کہ یہ تو اسلامی دہشت گردی ہے۔

(ii) معروف معنوں میں دہشت گردی۔

اس سے مراد وہ دہشت گردی ہے جو کراچی میں شروع کی گئی اور اب ملک میں ہر جگہ اس کی برکات پہنچ رہی ہیں۔ اس دہشت گردی میں سرفہرست بے گناہوں کا قتل' پھر ڈاکہ' لوٹ مار شامل ہے یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کے حوصلے ہیں زیادہ۔

مگر یہ دہشت گردی کی کوئی مستقل قسم نہیں ہے بلکہ جمہوریت کا ضمیر اور تتمہ ہے۔ اس کاروبار کا جائزہ لینے کے لئے ذرا کامن سنس سے کام لیں۔

(1) یہ ڈاکو اور قاتل ووٹر ہیں۔

(2) جس کے ووٹر ہیں اس کو علم ہے۔ کوئی امیدوار یہ نہیں چاہتا کہ اس کا ووٹر اس کی تعداد میں کمی ہو جائے یا اس میں کسی ایسے ووٹر پر کوئی آنچ آئے جس کے قبضے میں

سینکڑوں ووٹر ہیں۔

یہ ڈاکو اور قاتل اسی ملک میں رہتے ہیں اور سطح زمین کے اوپر رہتے ہیں۔ گرفتار کیوں نہیں ہوتے' سنئے۔

(الف) ڈاکوں کی سرپرستی اور بھتہ وصول کرنے کے الزامات میں بعض صوبائی وزراء کے خلاف بھی تحقیقات شروع کر دی گئی۔ ایک وزیر مجرم تھے۔ کابینہ کے اجلاس میں کئے گئے فیصلے ڈاکوؤں تک پہنچاتے تھے۔

(نوائے وقت 92 6 -26)

(ب) بائے جی شریف مدرسہ کے ایک استاد نے ٹیلی فون پر بتایا کہ ڈاکوؤں کا تعلق اس علاقے کی ایک خاص قوم سے ہے جس کا MPA کراچی بیٹھا ہوا ہے وہ اگر چاہے تو مغویان جلد باز یاب ہو سکتے ہیں۔ (نوائے وقت 92 -7 -9)

(ج) "بلا ڈکیت گروپ) کے سرغنہ سمیت 5 ملزموں کو گرفتار کر لیا گیا۔ S P کو "بااثر" افراد کے فون آئے کہ انہیں چھوڑ دو ورنہ اچھا نہ ہو گا۔

(نوائے وقت 91 -6 -5)

اب ذرا ان اطلاعات پر غور کر کے نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کر لی جائے کہ جمہوریت کے علاوہ کوئی اور دہشت گرد اس ملک میں موجود ہے۔

اب ذرا ان قیمتی "ہیروں" کی قدروقیمت کا اندازہ کیجئے جن کو عوام چن کے اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں جہاں پر سب ہیرے جمع ہوتے ہیں۔

(الف) ارکان اسمبلی اس قابل نہیں کہ وہ معزز ایوان میں بیٹھیں یہ لوگ تو ہمارے معاشرے کا مافیا ہیں (جسٹس جاوید اقبال نوائے وقت 92 -6 -5)

(ب) اسمبلیوں کے ارکان قوم کے لئے خدا کا عذاب بن گئے (کھر- نوائے وقت 92 6 -18) (ج) قومی اسمبلی میں گالیاں' دھمکیاں' حملے' ارکان بے قابو ہو گئے۔

یہ حرام زادہ ہے" نصرت بھٹو نے اسد الرحمان کی طرف اشارہ کر کے کہا اور منہ پر ہاتھ مار مار کر بولتی رہیں (نوائے وقت 92 -10 -13)

(د) سابق وزیر ریلوئے میاں عطاء اللہ دھوکہ دہی کے الزام میں گرفتار۔ کار پر جعلی نمبر لگا رکھا تھا متعدد اعلیٰ افسران سے رقوم لے کر واپس نہیں کیں۔

(نوائے وقت 92 -11 -25)

کوئی ایماندار اور ذہین شخص الیکشن نہیں لڑ سکتا۔ (آصف احمد علی وزیر مملکت) نوائے وقت 92 -11 -26)

دیکھئے وزیر صاحب نے کس خوبی سے اپنا تعارف کرایا ہے۔

یہ دہشت گردی جو قتل و غارت کی صورت میں ہمیں نظر آ رہی ہے اور کراچی کا شہر جس کا مرکز بنا ہوا ہے سب اس کا .G. H. Q جمہوریت ہے جمہوری ادارے اصل مرکز ہیں پلاننگ وہاں ہوتی ہے۔ تحفظ وہاں سے ملتا ہے سپلائی کا نظام سب جمہوریت کے ہاتھ میں ہے ہاں میدان میں سیاسی لوگ ہی کام کرتے نظر آتے ہیں۔

معاشی دہشت گردی۔

ملک کے نہیں اسلامی جمہوریت کے معاشی نظام کی بنیاد سود پر ہے اور سارے نظام کا تانا بانا سودی کاروبار کے مرہون منت ہے۔ سودی نظام کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں دولت کا بہاؤ نادار سے مالدار کی طرف ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ناداروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور مالداروں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔

دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ دولت کا پھیلاؤ کم ہوتا جاتا ہے اور دولت سمٹتی جاتی ہے۔ تیسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشرے میں طبقاتی منافرت' کشمکش اور جنگ جاری رہتی ہے۔

قرآن نے اس نظام کے متعلق واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ اب تک جو معاشی دہشت گردی کرتے چلے آئے ہو آئندہ وہ نہیں چلے گی اور اگر تم سودی نظام سے باز نہ آئے تو اللہ و رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے ارشاد ہے

فان لم تفعلو فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ۔

اس کے برعکس قرآن جو معاشی نظام دیتا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں دولت کا بہاؤ مالدار سے نادار کی طرف ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دولت سمٹتی نہیں اس میں پھیلاؤ ہوتا ہے دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ نہ نادار بڑھتے ہیں نہ مالدار گھٹتے ہیں بلکہ ان میں توازن رہتا ہے۔ تیسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس میں طبقاتی تقسیم کا امکان ہی نہیں ہوتا اس لئے طبقاتی منافرت کی جگہ باہمی اخوت ہمدردی ایثار اور تعاون کے جذبات ابھرتے ہیں اور یہ کوئی کتابی بات نہیں بلکہ ایک عملی اور تاریخی حقیقت ہے کہ جب اسلام کا معاشی نظام رائج تھا مملکت میں غریب اور نادار کا وجود بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ زکوۃ دینے والے ڈھونڈتے پھرتے تھے کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔

اس تقابل کے باوجود آج اس اسلامی جمہوریت میں ڈنکے کی چوٹ پر اور سینہ تان کے اللہ و رسول کے خلاف جنگ جاری ہے اور اس معاشی دہشت گردی سے اس ملک میں بسنے والا ہر وہ انسان جو حکومت میں حصہ دار نہیں بلبلا اٹھا ہے۔ مگر اسلامی حکومت بڑی **مستقل** مزاج ہے اس دہشت گردی سے باز آنے کے لئے قطعاً" آمادہ نہیں۔

اسلام جو معاشی نظام دیتا ہے اس میں اس امر پر زور دیتا ہے کہ دولت کے دونوں پہلوؤں پر نگاہ رکھی جائے اس لئے قرآن کریم کسی غلط راستے سے دولت کو آنے نہیں دیتا۔ پھر جب دولت صحیح طریقے سے بھلے مانسی سے آجائے تو اسے کسی غلط جگہ پر جانے بھی نہیں دیتا۔ اس لئے اسلام نے دولت۔ دونوں راستوں پر جا بہ جا حرام اور حلال کے کتبے لگا رکھے ہیں۔ اس وجہ سے اس دولت پر جو انسان پلتے ہیں۔ معیاری انسان اور صحیح معنوں میں انسان ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس جو نظام ہماری اسلامی جمہوریت میں رائج ہے اس میں حرام اور حلال کا جھنجھٹ ہی سرے سے موجود نہیں۔ اس میں ماٹو یہ ہے کہ دولت سمیٹو خواہ کسی راستے سے اور کسی طریقے سے ہو اور جب دولت آجائے تو عیاشی کرو جیسا تمہارا جی چاہے۔ چنانچہ غبن، رشوت، کمیشن، سمگلنگ، جو کر سکتے ہو کرو۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے جس دفتر میں سائل بن کے جاتے پوچھا جاتا تم مفتی گروپ میں ہو یا ہزاروی گروپ میں اب پوچھا جاتا ہے تم ہزاروی گروپ میں ہو یا لکھوی گروپ میں اور لوگ Ten Percent سے ترقی کر کے Cent Percent سے بھی آگے نکل گئے اور اسلامی جمہوریت میں دو سال کے عرصے میں بیسیوں شراب خانے کھل گئے ہیں۔ بلکہ ہر قسم کے حرام کاربار میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔

اور یہ فخر کا مقام ہے کہ یہ ملک حرام خوری اور حرامکاری میں دنیا بھر میں ٹاپ پوزیشن پر ہے اور پھر بھی مقام شکر ہے کہ اسلمای جمہوریہ ہے۔

گلا جفائے وفا نما حرام کو اہل حرم ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو صنم بھی کہہ دے ہری ہری

(iv) علمی دہشت گردی۔

علم کیا ہے؟ علم کی حقیقت کیا ہے؟ علم نام ہے اس حقیقت سے آشنا ہونے کا کہ انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟کائنات میں اس کا مقام کیا ہے؟ خالق کائنات سے اس کا تعلق کیا ہے۔پھر علم نام ہے یہ جان لینے کا کہ انسان کا مقصد تخلیق پورا کرنے کے تقاضے کیا ہیں آداب کیا ہیں وسائل و ذرائع کیا ہیں کائنات میں انسان کا جو مقام ہے اس کے تقاضے کیا ہیں اور خالق کائنات سے انسان کا جو رشتہ ہے اس رشتہ کو مستحکم کرنے کی صورت کیا ہے۔

اس کے بغیر جو کچھ بھی ہے وہ علم نہیں معلومات ہیں۔ سعدیؒ نے ایک مصرعہ میں ایک کتاب سمو کے رکھ دی کہتے ہیں ؎

علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

لیجئے ہم نے جسے معلومات کہا تھا سعدی اسے اتنا کچھ ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اسے جہالت کہتے ہیں۔

ہمارے ہاں جو تعلیمی نظام رائج ہے وہ لارڈ میکالے کا وہ کافرانہ نظام ہے جو انگریزی حکومت کے لئے کلرک تیار کرنے کی غرض سے بنایا گیا تھا یہ نظام صرف کافرانہ نہیں

بلکہ غلامانہ بھی ہے اور اس کے ساتھ انسان اور خالق انسان سے باغیانہ بھی ہے۔ اس نظام کے متعلق ترجمان حقیقت نے نہایت دھیمے لہجے میں جو کہا تھا وہ اہل دل کے لئے ایک مکمل کتاب ہے۔ فرمایا۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

وہ "علم" جو اس کافرانہ نظام تعلیم میں دیا جاتا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں ۔

من آں علم و فراست باپر کاہے نہ می گیرم
کہ ازتیغ و سپر بیگانہ سازو مرد غازی را

اس دہشت گردی میں ایک دانشورانہ فنکاری سے کام لیتے ہوئے یہ کیا کہ اسلامی جمہوریہ کے نظام تعلیم میں اسلامیات کا مضمون شامل کر دیا کہ لو دیکھو اب یہ اسلامی نظام تعلیم بن گیا ہے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کی حیثیت بالکل وہی ہے جیسے آٹا پیسنے والی مشین میں ایک پرزہ ہوائی جہاز کا لگا دو۔ نتیجہ کیا ہو گا یہی کہ وہ مشین نہ اڑ سکے گی نہ آٹا پیسے گی۔ ایک عارف نے کیا خوب کہا ہے۔

نئی تہذیب میں بھی مذہبی تعلیم شامل ہے
مگر یونہی کہ جیسے آب زمزم مے میں داخل ہے

نتیجہ یہ ہے کہ پڑھے لکھے جاہلوں اور اللہ و رسولؐ کے باغیوں کی کھیپ کی کھیپ ہر سال مارکیٹ میں آرہی ہے۔ مگر ان کی مارکیٹ ویلیو کیا ہے یہی کہ مجرموں اور فساق و فجار کی تعداد میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو نہ کسی مضبوط سیرت کے مالک ہیں نہ انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔ جمہوریت کی زبان میں یوں کہئے کہ بس لوٹے ہی لوٹے ہیں اور بے پیندے کے لوٹے ہیں۔ انسان ڈھونڈھے سے نہیں ملتا۔

(۷) اخلاقی دہشت گردی۔

اخلاق' انسانیت کا اصل سرمایہ اور انسان کی حقیقی دولت ہے۔ اخلاق کی دو قسمیں ہیں اول بنیادی انسانی اخلاق دوئم اسلامی اخلاق۔ یہ دوسری قسم انسانیت کی معراج ہے اسی کو اخلاق حسنہ کہتے ہیں اور اس کا بہترین نمونہ اللہ کریم نے اپنے آخری رسولؐ کو قرار دیا ہے بلکہ آپؐ کا تعارف ہی اسی وصف سے کرایا ہے کہ **انک لعلی خلق عظیم**۔ اور رہتی دنیا تک ہدایت فرمائی کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**۔ اخلاق حسنہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کا معاملہ اپنے خالق سے کھرا ہو پھر اس کی مخلوق سے کھرا ہو پھر اپنی ذات سے کھرا ہو۔ اسلام میں ان کے اصطلاحی نام حقوق اللہ' حقوق العباد اور حقوق النفس ہیں۔

معاملے کا کھرا پن اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے جس آدمی کا معاملہ اپنی ذات سے کھرا نہ ہو اس کا معاملہ نہ مخلوق سے کھرا ہو سکتا ہے نہ خالق سے۔ اس لئے قرآن کریم نے اپنی ذات کے ساتھ معاملہ کھرا رکھنے پر بڑا زور دیا ہے۔

اس معاملے کا بگاڑ اس وقت شروع ہوتا ہے جب انسان خواہشات کا بندہ بن جائے اور خواہش پرستی کو زندگی کا مقصد بنا لے اور خواہش پرستی جو فرد یا قوم جنسی آوارگی کا شکار ہوتی ہے اس کی لغت سے اخلاقی قدریں میں بلکہ اخلاق کا لفظ ہی خارج ہو جاتا ہے۔

ہمارے ہاں اخلاقی دہشت گردی کا آغاز اسی جنسی آوارگی سے ہوا ہے' اور اس دہشت گردی میں قومی پریس' قومی ذرائع ابلاغ۔ ٹی وی اور سینما نے مکمل تعاون کے ساتھ حصہ لیا ہے اور لے رہے ہیں۔

قومی پریس کو لیجئے۔ کچھ عرصہ سے یہ معمول بن گیا ہے کہ ہر روزنامہ کے پہلے دو ورق رنگین اور عریاں تصاویر سے مزین ہوتے ہیں جن میں جوانوں کے سفلی جذبات کو ابھارنے کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے اور آبرو باختہ عورتوں کی زیادہ سے زیادہ ننگی تصاویر دے کر دعوت گناہ کا مکمل انتظام ہوتا ہے دوپٹہ تو مدت ہوئی "رخصت" ہو گیا بالوں کے ڈیزائنوں کی نمائش ہوتی ہے پھر یہ تصویر کے ساتھ اس کے ملفوظات بھی ہوتے ہیں جو اخلاقی جواہر

ریزے ہوتے ہیں۔ مثلاً"

(1) دوسرے شعبوں کی طرح ایکٹنگ بھی ایک پیشہ ہے ہم اس سے روزی کماتے ہیں روزی کمانے سے کوئی عبادت مکروہ نہیں ہوتی (ثمینہ پیرزادہ۔ جنگ 26-4-88)

یہ فتویٰ ہے پیر خانے سے آیا ہے اس بازار کے باسی خوش ہو جائیں۔

(2) روزہ رکھ کر اداکاری میں حصہ لینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ دوسرا فتویٰ ہے۔ (کوکب ڈار۔ حوالہ بالا)

(3) روزے فرض ہیں اور ہمارا کام بھی ہمارے نزدیک مقدم ہے۔ (وردانہ رحمٰن۔ حوالہ بالا)

(4) اداکاری ہمارا پروفیشن ہے ہم اسے مزدوری سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں اس میں ہمیں اپنا خون جگر جلانا پڑتا ہے۔ لہذا ہم اپنے کام کو کسی معزز پیشہ سے کم تر نہیں سمجھتے۔ (بابرا شریف) یہ مفتی اعظم کا فتویٰ ہے۔

کبھی کبھی ایسے قیمتی فتاویٰ کے ساتھ ساتھ بڑی قیمتی خبریں بھی شائع ہوتی ہیں۔

مثلاً" (1) رانی' بلوچی راہنما سے شادی کرنے والی ہے۔ (نوائے وقت 19-2-93)

(2) دوبارہ "شگناں دی مہندی" نہیں لگاؤنگی (شاہدہ منی (نوائے وقت 21-2-93)

(3) مجھے بوسیدہ کپڑوں کی سوندھی سوندھی مہک اچھی لگتی ہے۔ پختہ اور معمر مرد زیادہ پسند ہیں۔ (مادھوری ڈکشت (نوائے وقت 23-1-93)

(4) خدا نظر بد سے بچائے میں اپنی زلفوں کا بیمہ کراؤں گی۔ (کویتا نوائے وقت 29-1-93)

(5) عامر خان بہت تنگ کرتا ہے لڑکا ٹائپ لڑکی ہوں۔ (روینا ٹنڈن (نوائے وقت 22-2-92)

(6) رقص کے بغیر اداکاری مکمل نہیں (حنا شاہین۔ جنگ 23-2-92)

(7) فلم کا سمندر عبور کر کے بھی فن کی پیاس باقی ہے۔ (رانی۔ جنگ 25-2-93)

(8) آج بھی فلم انڈسٹری پر راج کر سکتی ہوں۔ پرستار میرے دیوانے ہیں۔ (نشو نوائے وقت 1-3-93)

(9) فلموں میں دوبارہ آنے کا فیصلہ میرا نہیں میرے پرستاروں کا ہے۔ (نشو۔ جنگ 1-3-93)

دیکھ لیجئے اس لامی جمہوریہ میں مسلمانوں کو کہاں پہنچا دیا گیا ہے۔

ایک روز جنگ میں یہ خبر پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ "جنگ' میر صاحب کا صدقہ جاریہ ہے" ایک تو میر صاحب کی قدر دل میں بڑھ گئی دوسرا صدقہ جاریہ کے معنی اور مفہوم مدت بعد سمجھ میں آیا۔

کوئی روزنامہ کوئی جریدہ کوئی ماہنامہ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ بے حیائی اور فحاشی کے سمندر موجیں مارتے نظر آئیں گے۔

جہاں تک ریڈیو کا تعلق ہے اول تا آخر گانے ہی گانے اور گانے بھی ایسے کہ دعوت گناہ کے انمول موتی۔ ٹی وی میں ایسے گانوں کے ساتھ تھرکتے ہوئے جسم۔

(1) میرے دل تک میں جوان ہو گئی۔

(2) بتی بال کے بنیرے اتے رکھنی آں راہ بھل نہ جائے ماہی میرا۔

(3) آ لگ جا سینے نال ٹھاہ کر کے۔

(4) پیار کیا کوئی چوری نہیں کی چھپ چھپ آہیں بھرنا کیا۔ جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔

اس غلاظت کی نشاندھی کہاں تک کی جائے۔ اس تعفن سے تو سارا ملک بھرا پڑا ہے بلکہ ہر گھر کنجر خانہ بن کے رہ گیا ہے۔

فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کے لئے اپنا ٹی وی کوئی کم نہیں تھا ستم بالائے ستم یہ کہ ڈش انٹینا کی لعنت بھی آدھمکی اور پنجابی کی وہ مثل پوری ہوئی کہ

"اگے ڈھن پلیت اتوں کتیاں موتریا۔

اور لطف یہ کہ یہ ساری اخلاقی دہشت گردی اس

لامی حکومت کی رہنمائی، منظوری اور اشیر باد سے ہو رہی ہے اور حکومت ان تمام دہشت گردوں کو پورا پورا تحفظ دے رہی ہے نہیں بلکہ ڈراموں کنجروں اور بھانڈوں کو ایوارڈ ملتے ہیں کہ شاباش تم نے اس لامی حکومت میں رہ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کا حق ادا کر دیا۔

قومی روزناموں کے رنگین صفحہ کے علاوہ ان کے اندر ایک صفحہ کا قریباً" نصف حصہ اس مضمون کے لئے مختص ہوتا ہے کہ کسی سیم تن کسی گلبدن کی تصویر اور اس کے ساتھ اس کے ملفوظات یا اس کے فضائل درج ہوتے ہیں۔ اس کو کلچرک ونگ کہتے ہیں۔ کلچر کہتے ہیں تہذیب اور ثقافت کو یعنی اخبار کا یہ حصہ قومی تہذیب کا آئینہ دار ہوتا ہے اور قوم ہے مسلمان اور ملک ہے اسلامی جمہوریہ یعنی یہ اسلامی تہذیب کی عکاسی ہوتی ہے۔ گویا اسلام نے بے حیائی اور عریانی اور جنسی آوارگی کی تہذیب پیدا کی اور سکھائی۔ اس سے بڑھ کر کسی اخلاقی دہشت گردی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

ادب۔ اس اخلاقی دہشت گردی میں قومی ادب برابر کا حصہ دار ہے اور قومی ادیب بھی کسی اور دہشت گرد سے کم نہیں۔ مثلاً"۔

(1) آزادی سے پہلے یعنی غلامی کے دور میں ایک لفظ ڈوم استعمال ہوتا تھا اور معاشرے کا ایک طبقہ ڈوم کہلاتا تھا جن کا کام گانا بجانا ہوتا تھا اور یہ طبقہ معاشرے میں گھٹیا ترین شمار ہوتا تھا بلکہ ڈوم کا لفظ گالی سے کم نہیں تھا ہمارے قومی ادیب آزادی کے نشہ سے سرشار میدان میں اترے اور انہوں نے ایک ترکیب ایجاد کی گلوکار اور گلوکارہ۔ کام وہی جو غلامی میں ڈوم کرتے تھے۔ اس ترکیب کا صوتی تاثر ہی دلوں میں اتر کے رہ گیا اور سید اور سیدزادیاں گلوکار اور گلوکارہ بننے پر فخر کرنے لگے لطف یہ کہ سید کا لفظ بھی ساتھ چسپاں رکھا۔ بڑے بڑے چوہدری اور نیازی بھی گلوکار بننے میں فخر محسوس کرنے لگے۔

(2) اسی طرح ایک لفظ بھانڈ تھا۔ یہ بھی معاشرے کا ایک حصہ تھا ان کا کام نقلیں اتارنا ہوتا تھا۔ یہ ڈرامے کرتے تھے۔ ان کو نقلیئے بھی کہتے تھے۔ آزادی کے بعد ادب نے یہ خدمت کی کہ ایک طبقہ بڑا معزز طبقہ معاشرے میں ابھرا جن کو اداکار یا فن کار کا خطاب ملا۔ یعنی اب وہ بھانڈ نہیں رہے تھے۔ اداکار تھے کام وہی تھا صرف نام بدلا اور اس نام میں اتنی کشش پیدا ہوئی کہ بڑے بڑے پیر زادے اور پیر زادیاں اوکار اور اداکارہ بن گئے اور فن کی خدمت کو عبادت سمجھنے لگے۔

وضع اصطلاحات کی اس فن کاری کے ساتھ اسلامی حکومت بھی حسب توفیق شامل ہو گئی وہ یوں کہ غلامی کے دور میں ڈوموں اور بھانڈوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور آزادی کے بعد اسلامی حکومت نے گلوکاروں اور اداکاروں کو وی آئی پی بنا دیا اور انہیں صدارتی ایوارڈ دیئے جانے لگے اور علامہ اقبال کا قول عمل بن کر سامنے آ گیا کہ ؎

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب رہا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

پہلے جسم غلام تھے اب سوچ غلام، دل غلام، ضمیر غلام بلکہ باطن غلام پھر جو ناخوب تھا وہ خوب کیونکر نہ بنتا۔

معلوم ہوا کہ اخلاقی دہشت گردی میں ہر فرد سے لے کر حکومت تک ہر ادارہ اپنی اپنی ہمت اور بساط کے مطابق پوری ڈھٹائی سے حصہ لے رہا ہے۔

اس اخلاقی دہشت گردی کا محرک بھی وہی جذبہ ہے کہ قرآن کی مخالفت اور اسلام دشمنی۔ قرآن کریم نے سکھایا **ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى**۔ یعنی اسلام سے پہلے جس طرح عورتیں بن ٹھن کے نکلتی تھیں مردوں کو دعوت نظارہ اور دعوت گناہ دیتی تھیں اے مسلمان عورتو! تم ایسا ہرگز نہ کرنا اب مسلمانوں عورتوں نے دیکھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں جب قرآن کی مخالفت ہو رہی ہے تو ہم پیچھے کیوں رہیں۔ انہوں نے نہ صرف بن ٹھن کے نکلنا

شروع کیا بلکہ بیوٹی پارلر کھول دیئے اور بننے ٹھننے کے سائنٹیفک طریقے استعمال کرنا شروع کر دیئے اور پریس نے آگے بڑھ کر اس کے لئے مہمیز کا کام دیا اور دنیا بھر میں یہ منظر دکھائے کہ یہ ہے اسلامی تہذیب اور یوں ہوتی ہیں مسلمان عورتیں اور یہ ہے اسلامی اخلاق، اسلامی حیا اور اسلامی عفت کا نمونہ۔

مگر اس دہشت گردی کی ذمہ دار عورت نہیں مرد ہے۔ عورت کی عزت کا محافظ مرد ہے تو یہ عورتیں جو ہر طریقے سے حیا کا جنازہ کندھوں پر اٹھائے سر عام دعوت نظارہ اور دعوت گناہ دیتی پھرتی ہیں کیا کسی باپ کی بیٹیاں نہیں ہیں؟ کیا کسی خاوند کی بیوی نہیں ہیں؟ کیا کسی بھائی کی بہن نہیں ہیں؟

تو وہ باپ وہ خاوند اور وہ بھائی کیا مرد نہیں ہیں؟ ان کے مرد ہونے میں شبہ نہیں مگر ان کے ضمیر مر گئے ہیں ان کی غیرت کا جنازہ نکل گیا ہے اسلام اور قرآن کی مخالفت اللہ سے دشمنی اور محسن انسانیت سے بے وفائی کا جذبہ عروج پر پہنچ گیا لہٰذا بیچارے مجبور ہو گئے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون۔

یہ تو قومی اور وطنی سطح پر ہماری اخلاقی دہشت گردی کی حالت ہے۔ بین الاقوامی اخلاقی دہشت گردی میں ہم کسی قوم سے پیچھے نہیں رہے۔ یہ بیجنگ کانفرس دراصل بین الاقوامی اخلاقی دہشت گردی کا منظم بین الاقوامی ادارہ ہے۔ ہم نے اس میں شرکت اختیار کر کے ثواب دارین حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کی اور بہت جلد ہی اس کی برکات کا ظہور اپنے یہاں شروع ہو گیا۔ اب اس اسلامی جمہوریہ میں ناجائز نوزائیدہ بچوں کو بوریوں میں بند کر کے ٹرکوں میں لاد کر ٹھکانے لگانے کا کام شروع ہو گیا ہے وہ دن دور نہیں جب یہاں کنواری مائیں اپنے بچوں کو بغل میں لئے پارکوں میں سیر و تفریح کر رہی ہوں گی اور وہ دن بھی دور نہیں جب اسلامی جمہوریہ میں قانون بن جائے گا کہ کاغذات میں ولدیت کے خانے میں ماں کا نام لکھا جائے گا۔ باپ کا نام لکھنے کا فرسودہ طریقہ زمانہ جاہلیت کی باقیات میں سے ہے۔

(vi) دینی دہشت گردی۔

دین نام ہے اس ضابطہ حیات کا جس پر عمل کرنے سے چند روزہ دنیوی زندگی نہایت پاکیزہ صورت میں گزرے اور آخرت کی ابدی زندگی میں عیش و آرام میسر ہو۔ لہٰذا ضابطہ حیات صرف اسلام ہے اور خالق کائنات نے اسی کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ارشاد ہے **ان الدین عند اللہ الاسلام۔**

فلسفہ اجتماع کی رو سے جماعت کا لفظ افراد کے اس مجموعے کے لئے بولا جاتا ہے جن کا نصب العین ایک ہو طریقہ کار ایک ہو اور نصب العین تک پہنچنے کا جذبہ موجود ہو۔

لہٰذا دیندار اس فرد کو کہیں کہ جس کے دل میں اسلامی تعلیمات ہو یقین کامل موجود ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے یقین و ایمان کی آئینہ دار ہو اور دینی جماعت اسے کہیں گے جس کے تمام افراد کانصب العین دین کو اور دینی عقائد و نظریات پر پورا یقین ہو اور ان افراد کی عملی زندگی میں ہر شعبہ پر دین کا ٹھپہ لگا ہوا ہو اور سر کی آنکھوں سے نظر آئے۔

اس اصول کی روشنی میں جب ہم ان جماعتوں کو دیکھتے ہیں جن کو دینی جماعتیں کہا جاتا ہے تو اس اصول کا نشان تک نہیں ملتا۔

ظاہر ہے کہ دین جب ایک ہے تو نصب العین بھی ایک ہے اور طریق کار بھی ایک ہے ما انا علیہ و اصحابی تو جماعت بھی ایک ہونی چاہئے۔ مگر یہاں دینی جماعتوں کی تعداد ان جماعتوں سے بھی زیادہ ہے جنہیں سیاسی جماعتیں کہا جاتا ہے۔ پھر یہ دینی جماعتیں کیسے ہوئیں ہاں ان کی بنیاد فقہی مکاتب فکر پر ہے۔ لہٰذا انہیں فقہی جماعتیں کہا جا سکتا ہے۔ مگر وہ بھی صرف کہا جا سکتا ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ایک ہی مکتبہ فکر کی جماعتیں پھر آگے کئی دھڑوں میں

تقسیم ہیں۔ اگر ان کی بنیاد فقہی مکتب فکر پر ہوتی تو ہر۔ مکتب فکر کی ایک جماعت ہوتی مگر ایسا بھی نہیں۔ تو پھر یہ جماعتیں کیسی ہیں۔ ان کی تقسیم در تقسیم بالکل سیاسی جماعتوں کے مطابق ہے لہٰذا معلوم ہوا ان جماعتوں کا محرک کوئی دینی جذبہ نہیں بلکہ وہی جاہ پسندی اور ہوس اقتدار ہی انہیں لئے لئے پھرتی ہے۔

چلئے فرض کر لیں کہ یہ دینی جماعتیں ہیں۔ تو ان کی بنیاد دین ہوا اور دین اسلام مرکب ہے دو چیزوں سے نفی اور اثبات ان میں ترتیب یوں ہے کہ نفی پہلے ہے اور اثبات بعد میں۔ یعنی صرف اسلامی حقیقتوں پر ایمان اور اسلام کی محبت کافی نہیں اس کے ساتھ خلاف اسلام کاموں اور دعوتوں کی نفرت بھی ضروری ہے نہیں بلکہ اس ایمان و محبت سے پہلے نفرت ضروری ہے دیکھ لیجئے اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے لئے **لا الہ الا اللہ** کو بنیاد قرار دیا اس میں ترتیب رہی ہے نفی یعنی لاالہ پہلے ہے اور اثبات یعنی الااللہ بعد میں ہے اور یہ اصول قرآن کریم نے سکھا دیا ہے ارشاد ہے **فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔**

اب ان دینی جماعتوں کی کارکردگی دیکھئے۔ قرآن کریم کے اس اصول کے تحت ہونا یہ چاہئے تھا کہ دینی جماعتیں اس کافرانہ نظام سے بیزاری اور نفرت کا رویہ اختیار کرتیں۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ دینی جماعتیں ایک دوسری سے بڑھ کر اس کافرانہ نظام سے مفاد حاصل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ مگر دین کو بھی ساتھ لئے جا رہی ہیں۔ بقول عارف ؎

مغربی شوق بھی ہے وضع کی پابندی بھی
اونٹ پر چڑھ کے تھیٹر کو چلے ہیں حضرت

اس نظام کی پشت پناہ بلکہ روح و رواں بنی ہوئی ہیں بلکہ ایک عظیم دینی جماعت کی کوششوں سے یہ تازہ عذاب الٰہی قوم کے سروں پر مسلط ہوا ہے۔ کچھ قائدین تو ایسے ہیں کہ اعلان پر اعلان کئے جا رہے ہیں کہ یہ نظام نری غلاظت ہے گو نہ ہے اور لطف یہ کہ دونوں ہاتھوں سے غلاظت سمیٹے بھی جا رہے ہیں اور پیٹ بھی بھرے جا رہے ہیں۔

کفر سے الفت بھی ہے دل میں بتوں کی چاہ
کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذ اللہ بھی

کہئے یہ دینی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے۔

ان جماعتوں کا کہنا ہے کہ ہم دین نافذ کرنا چاہتے ہیں ہمیں اقتدار دو سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو دین نافذ کرنے کا طریقہ یا سلیقہ آتا بھی ہے کیا؟

اگر ایسا ہے تو بتائے کہ آپ نے جماعت میں دین نافذ کرنے کا کونسا منصوبہ بنایا ہے کیا آپ نے اپنی جماعت کے افراد کی زندگیوں میں اسلام نافذ کر لیا ہے نظر تو کہیں نہیں آتا۔ ہاں یہ ضرور نظر آتا ہے کہ دینی جماعتیں آپس میں ایک دوسرے سے الجھ رہی ہیں۔ باہمی نفرت اور بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ہے بلکہ باہمی قتل و غارت کا وظیفہ بھی جاری ہے اور یہ سب دین کے نام پر۔ اس سے بڑی دینی دہشت گردی کیا ہو گی۔

دینی دہشت گردی میں صرف دینی جماعتیں ہی شامل نہیں بلکہ قومی زندگی کے ہر شعبے میں یہ دہشت گردی زوروں پر ہے۔ مثلاً" عوام کو لیجئے ان کا دین کے ساتھ ایمانی تعلق اور عملی تعلق برائے نام ہے ہاں جذباتی تعلق ضرور ہے اور ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ عقل اور جذبات میں کشمکش رہتی ہے اور جذبات ہمیشہ عقل کو مغلوب کر لیتے ہیں پروفیسر جوڑ نے اپنی کتاب Deeadance میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ "انسانی عقل اس کے جذبات کے پیچھے یوں چلتی ہے جیسے کتے کے پاؤں اس کی ناک کے پیچھے چلتے ہیں"

اس لئے دینی جماعتیں اس فن سے بڑا کام لیتی ہیں۔ عوام کے جذبات کو مشتعل کر کے آپس میں خوب بھڑاتے ہیں۔ یہ دہشت گردی عوامی سطح پر ہوتی ہے۔

حکومتی سطح پر دینی دہشت گردی کا ڈیزائن ذرا مختلف ہے۔ مثلاً" قائدین قوم اور حکومت کے اعلیٰ افسر اہل اللہ کے مزاروں پر جائیں گے چادریں چڑھائیں گے، وظائف

پڑھیں گے دینی تقریبات میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ شامل ہوں گے۔ ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتے جائیں گے کہ قرآن کی سزائیں ظالمانہ ہیں۔

یعنی جس اللہ نے یہ کتاب نازل کی وہ ظالم ہے اور جس رسولؐ نے یہ کتاب رہتی دنیا تک کے لئے رہنما قرار دی وہ بھی ظالم ہے اور خلافت راشدہ کا نظام جو اس قرآن کے دن مطابق چلتا رہا وہ بھی ظالمانہ تھا۔ یہ سب بین السطور میں موجود ہے یہ فن کارانہ اور دانشورانہ دینی دہشت گردی ہے۔ واقعی بڑے لوگوں کی سوچ بھی بڑی ہوتی ہے۔ کسی فنکاری سے دین پر' اسلام پر' اور کتاب ہدایت قرآن پر حملہ کیا گیا ہے۔ غرض دینی دہشت گردی میں کوئی کسی سے کم نہیں۔ دینی دہشت گردی کی المناک داستان بڑی طویل ہے کوئی نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے جس کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ اس صورت کے جسے ہم آزادی کی تہمت سے پکارتے ہیں اس کے سفر کا آغاز اس دعویٰ اور اس نعرہ سے ہوا کہ پاکستان کا مطلب کیا **لا الہ الا اللہ** یعنی ہم ایسا ملک چاہتے ہیں جس کا آئین اور قانون قرآن و سنت ہو اور جس میں ہم قرآن و سنت کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کر سکیں۔ چنانچہ 14 اگست 47ء کو اللہ کریم نے ہمیں وہ ملک دے دیا۔ اب بھلے مانسی کا تقاضہ یہ تھا کہ 15 اگست 47ء کو اعلان ہو جاتا کہ اس ملک کا آئین کتاب و سنت ہے مگر آج تک یہ اعلان نہیں ہو سکا۔ یہ پہلی دینی دہشت گردی ہے جو ہم نے **من حیث القوم** کی۔

پھر بی جمہوریت کی لعنت تشریف لائی تو مطالبہ ہوا۔ کہ اے قوم! اپنے میں بہترین "ہیرے" انتخاب کر کے دو تاکہ پاکستان کا مطلب کیا؟ **لا الہ الا اللہ** کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ چنانچہ ایک دو دفعہ قوم نے ایسے "ہیرے" انتخاب کئے جو اسلامی مارکیٹ میں تو کوڑی کے بھی نہیں تھے ہاں انگریز کی مارکیٹ میں وہ انمول ہیرے تھے۔ قوم نے ہمیشہ ایک وصف دیکھا کہ لیڈر ایسا ہو کہ اس میں صرف ایک وصف ہو کہ وہ ایسے گھر میں پیدا ہوا ہو جس میں بسنے والوں کے نام مسلمانوں جیسے ہوں اور بس۔ یہ دوسری دینی دہشت گردی ہے۔ ایک وزیر کا بیان۔

قومی اسمبلی کے اکثر ارکان ایسے ہیں جنہیں پتہ ہی نہیں شریعت کیا ہے۔ کچھ ارکان ایسے ہیں جن کے دل میں کچھ اور منہ پر کچھ اور ہے۔

کچھ ارکان نفاذ شریعت نہیں چاہتے۔ (مولانا عبدالستار نیازی وزیر مذہبی امور۔ نوائے وقت 92-2-21)

جب کسی وجہ سے اور کسی طرف سے دباؤ پڑا کہ قومی اسمبلی کو یہ اعلان کرنا چاہیئے کہ آئین میں قرآن و سنت کی بالا دستی ہو گی تو عجیب کھیل کھیلا گیا۔ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے ایک بیان دیا کہ۔

وزارت قانون نے علما ایسے مسودے پر دستخط کرا کے مسودہ میں تبدیلی کر دی۔ علماء کو دھوکا دیا گیا مثلاً" سپریم لا کو سپریم سورس لکھ دیا گیا۔

یہ تیسری دینی دہشت گردی ہے۔ وزارت قانون بیچاری بڑی سادہ ہے سپریم لا ہی رہتا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ سپریم لا کا مطلب یہ ہے کہ Law اور بھی ہیں یہ صرف سپریم ہے۔ حالانکہ حکومت کے مسلمان ہونے کے لئے اور پاکستان کا مطب کیا **لا الہ الااللہ** کا تقاضا پورا کرنے کے لئے سپریم لا کی ضرورت نہیں The Only Law کی ضرورت ہے۔ جو آج تک نہ ہو سکا نہ ان لوگوں سے اس کی توقع ہے۔

غالباً" 92ء میں شریعت بل پاس ہوا۔ جس کی تفصیل تو متعلقہ لوگ ہی جانتے ہوں گے ہم جو قانون کی باریکیوں سے واقف نہیں ماہرین قانون کی طرف ہی نگاہ اٹھتی ہے۔ چنانچہ ایک ماہر قانون نے اعلان کیا موجودہ شریعت بل میں شریعت کے سوا سب کچھ ہے۔ (جسٹس جاوید اقبال۔ نوائے وقت 92-11-19)

یہ ہے دانشورانہ اور فن کارانہ دینی دہشت گردی۔

بی جمہوریت کی برکات اور عوام کی دینی دہشت گردی کے نتیجے میں قوم کے حکمرانوں کی ایک لائن نظر آتی ہے جن

کی زندگی کا مقصد صرف ایک تھا کہ۔

مجھے شرع سے کوئی ضد نہیں پر اس اتفاق کو کیا کروں
کہ جو وقت مئے کشی کا ہو وہی عین وقت نماز ہو

ان کی ساری زندگی اسی مجبوری کی نذر ہو گئی۔ گویا اس اسلامی ملک کی حکومت کا نقشہ ہمیشہ ایسا بنتا رہا کہ اگر اسلام حکمران ہوتا تو جن لوگوں پر حد جاری ہوتی اور انہیں سرعام کوڑے لگائے جاتے وہ اس لامی جمہوریہ پاکستان کا حکمران رہے تا کہ اس ملک میں اسلام نافذ کریں۔ کہئے اس سے بڑی دینی دہشت گردی کی کوئی مثال اسلامی تاریخ میں ملتی ہے۔

وزیر دفاع میر علی احمد تالپور نے ایک دفعہ جو بیان دیا تھا کتنا مبنی بر حقیقت بیان ہے۔

"میں اس بات سے اتفاق نہیں کروں گا کہ پاکستان نظریہ اسلام کے تحت وجود میں آیا۔ اگر ایسا ہوتا تو غلام محمد' سکندر مرزا' ایوب خان' یحییٰ خان اور بھٹو جیسے لوگ ہرگز برسراقتدار نہ آتے۔ (نوائے وقت 86-9-3)

مختصر یہ کہ دینی دہشت گردی وہ واحد دہشت گردی ہے جو روز اول سے آج تک اس ملک میں کسی نہ کسی رنگ میں جاری ہے۔

یہ چھ قسم کی دہشت گردی تو اجتماعی' عوامی یا قومی دہشت گردی ہے اس کے علاوہ جزوی دہشت گردیوں کا تو احاطہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً" قانونی دہشت گردی' عدالتی دہشت گردی' انتظامیہ کی دہشت گردی' پولیس کی دہشت گردی' ٹرانسپورٹرز کی دہشت گردی۔ ڈاکٹروں کی دہشت گردی۔ کارخانہ داروں کی دہشت گردی' ٹھیکیداروں کی دہشت گردی' غرض دہشت گردی کی کون سی قسم ہے جو یہاں موجود نہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ اس کے باوجود ہم جی رہے ہیں اور خالص و مخلص مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں۔

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ہے سنگھار بھی ہے
اور اس پہ دعوائے حق پرستی اور اس پہ یاں اعتبار بھی ہے

امام عادل کی فضیلت اور حاکم ظالم کے لیے عذاب۔ رعیت کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کی تلقین اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنے کی ممانعت

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پاسبان اور نگران ہے اور اسی بنا پر اس کی رعیت کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی چنانچہ جو شخص لوگوں کا حاکم ہے وہ ان کا نگران اور ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس سے لوگوں اور ان کے امور و معاملات کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور ایک عام شخص بھی اپنے گھر والوں کا نگران و محافظ ہے اور اس سے بھی ان کے بارے میں باز پرس ہوگی اسی طرح عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران اور ان کے مصالح کی محافظ و ذمے دار ہے اور اس سے ان کے سلسلہ میں پوچھ گچھ ہوگی اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ و نگران ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا' لہذا یاد رکھو! تم میں سے ہر شخص نگران اور ذمہ دار محافظ ہے اور اپنی اپنی رعیت کے بارے میں مسئول و جواب دہ ہے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۴۹ العتق: باب ۱۷ کراھیة التطاول علی الرقیق

سالانہ اجتماع

۱۱ جولائی (جمعرات) سے دار العرفان میں سالانہ اجتماع شروع ہوگا اور ۱۴ اگست تک رہے گا۔

- تزکیۂ نفس کے لیے صحبتِ شیخ لازمی ہے۔ سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت، عمل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اِس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔
- اِس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی نصیب ہو۔ تاکہ آپ کے قلوب اُن انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبتِ شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔
- وطن کے دُور دراز علاقوں اور غیر ممالک سے آنے والے سالکین کے ساتھ میل جول بھی آپ کے لیے باعثِ برکت ہے

وقت نکال کر ضرور دار العرفان منارہ تشریف لائیں۔۔

(دار العرفان خوشاب اور چکوال کے درمیان سرگودھا روڈ پر واقع ہے۔)

اسلام نافذ ہو کر رہے گا

(ضروری ہدایات)

مولانا محمد اکرم اعوان

چند معروضات جو میں آپ احباب تک پہنچانا چاہتا ہوں میرے خیال میں وہ انتہائی ضروری ہیں اور خصوصاً سلسلہ عالیہ کے ہر فرد کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ عمومی سطح پر وطن عزیز کے ہر مسلمان کے لئے ان حقائق کو سمجھنا ضروری ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اوقات میں اس سرزمین برصغیر کے بارے میں جو ارشادات فرمائے کہیں ان لوگوں کے لباس کا تذکرہ فرمایا کسی کو دیکھ کر فرمایا اس کا لباس ہندوستانیوں جیسا ہے بعض محققین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارتی سفر میں اس سرزمین کے لوگوں کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے امکانات بھی ہیں اس لئے کہ اس عہد کا بہت بڑا تجارتی میلہ جس شہر میں ہوتا تھا وہ آج کل سلطنت عمان کا حصہ ہے اور بصرے تک کا علاقہ اس زمانے میں سلطنت ہند میں شامل تھا ان میلوں میں چین تک کے لوگوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا امکان تاریخ میں موجود ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم سیکھو خواہ اس کے لئے چین جانا پڑے خبریں یا اخبار یا ریڈیو ٹی۔ وی تو نہیں تھا جس میں چین کے بارے میں شائع ہوتا تھا ان باتوں کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ کا واضح حاصل یہ ہے کہ جس زمانے میں اسلام اپنی حقیقت کے اعتبار سے بہت غریب ہو جائے گا اور نام کو تعداد میں بکثرت ہو گا تو احیائے اسلام کا سبب اللہ کریم اس سرزمین کو اور اس کے باسیوں کو بنائیں گے یہ بہت سی احادیث مبارکہ کا حاصل ہے اور سرزمین ہند میں جتنی مجاہدانہ تحریکوں نے جنم لیا ان سب کے پیش نظر ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس طرح کا حاصل تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو لشکر قسطنطنیہ کو فتح کرے گا اس کے لشکری بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے تو ہر زمانے میں مسلمان لشکر ترتیب دیتے رہے قسطنطنیہ پر حملے ہوتے رہے' کوششیں ہوتی رہیں ہر ایک نے یہ کوشش کی کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آ جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ وہی بند ثابت ہو سعادت اللہ کریم نے سلطان محمد فاتح کے حصے میں رکھی تھی اس نے اس لشکر سے قسطنطنیہ فتح کیا لیکن جو لوگ اس کوشش میں لگے رہے خالی وہ بھی نہ رہے۔

ایک صحابیہ نے اپنے لئے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے جنت کی دعا فرما دیجئے شہادت کی دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ تو شہید ہو گی اللہ کی راہ میں

اور جس لشکر کی ہمراہی میں تو شہید ہو گی نہ صرف تو بلکہ وہ سارا لشکر جنتی ہو گا وہ صحابیہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے جانے والے لشکر کی ہمراہی میں راستے میں اجل کو لبیک کہہ گئی اگرچہ اس لشکر نے قسطنطنیہ فتح نہ کیا لیکن جنت کی بشارت اس کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجود ہے یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ احیائے اسلام کی بنیاد اور تحریک اسی سرزمین سے اٹھے گی اور پھر سے روئے زمین پر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا اسلامی عدل اللہ کی مخلوق کو نصیب ہو گا اسلامی منصفانہ نظام معیشت نصیب ہوگا اسلامی آبرو اور اسلامی اقدار نصیب ہوں گی۔

یہ یاد رکھ لیجئے کہ واہی تباہی بکنے والے ہجوم ہوتے ہیں ان پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی۔ ان سے کوئی کانٹ چھانٹ نہیں کی جاتی۔ خواہ کتنا بڑا کیوں نہ ہو جس کا کوئی مقصد نہ ہو جس نے محض خرافات بکنی ہوں اس پر کوئی قید نہیں لگائی جاتی کہ اس طرح کا بندہ اس میں شامل ہو اور اس طرح کا نہ ہو اس میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں لیکن کوئی یونٹ کوئی انسٹی ٹیوشن کوئی ادارہ کوئی تنظیم جو کسی مقصد کے لئے وجود پائے اس مقصد کو خلوص للہیت اور تائید باری حاصل ہو اس میں شامل رہنے والوں پر شرائط لاگو ہوتی ہیں۔ اس میں ہر طرح کے لوگ نہیں رہا کرتے اس میں رہنے کے لئے ایک معیار قائم رکھنا پڑتا ہے کردار کا دیانت کا اور سب سے بڑھ کر بنیادی طور پر خلوص کا۔ جہاں خلوص کی کمی آئے اس بندے کو وہاں سے ہٹا دیا جاتا ہے ایسے لوگوں کو بھی وہاں جگہ نہیں ملتی جو خود کو بڑا عظیم سمجھنے کے وہم میں پڑ جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام اگر ہو گا تو ہماری وجہ سے اس لئے ہو گا کہ ہم اس میں شامل ہیں اللہ کریم ایسے لوگوں کو بھی توفیق نہیں دیتا۔ گناہ یا خطا یہ ایسا جرم نہیں کہ کسی سے سرزد ہو جائے اور اسے نکال دیا جائے انسان ہے اسے غلطی ہو سکتی ہے لیکن اپنی انا میں گرفتار ہو جائے یا خود کو اس کامیابی کا سبب سمجھنے لگے تو یہ ایسا جرم ہے کہ بڑے سے بڑے لوگ رخصت کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی بڑائی تب تک ہوتی ہے جب تک وہ اس نظام یا اس سلسلے میں رہتے ہیں جب وہاں سے نکلتے ہیں تو دنیا کو بھی ان کے قد کا اندازہ ہو جاتا ہے اور خود انہیں بھی سمجھ آ جاتی ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔

لیکن یہ عشق و محبت کے رشتے ہیں یہ ٹوٹتے تو ہیں ٹوٹنے میں بڑے نازک ہوتے ہیں انہیں پیوند نہیں لگا کرتے ان کا جڑنا آسان نہیں ہوتا اور جڑ بھی جائیں تو اس طرح نہیں رہتے جس طرح پہلے ہوتے ہیں وہ جو کسی شاعر نے کہا تھا۔

رشتہ الفت کو ظالم یوں نہ بے دردی سے توڑ
جڑ تو پھر بھی جائے گا لیکن گرہ رہ جائے گی
تو درمیان میں گرہ آ جاتی ہے سلسلہ نقشبندیہ

اویسیہ ہو یا تنظیم الاخوان ہو ان دونوں کا مقصد ایک ہے دو پہلوؤں پر دو مختلف طریقوں سے کام کرنے کے دو نام ہیں سلسلہ عالیہ ایک ایک فرد کو لے کر ایک ایک فرد کے قلب کو ذاکر کر کے ایک ایک فرد کے ضمیر کو روشن کر کے ایک ایک فرد کو دین سکھا کر ایک ایک فرد کو تیار کرنے کا کام کرتا ہے الاخوان ان لوگوں کو ایک نظم میں پرونے کا کام کرتی ہے یعنی ایک ہی کام کے دو شعبے ہیں ان کا حاصل کیا ہے مقصد کیا ہے جنت ملے گی حوریں ملیں گی محلات ملیں گے دولت ملے گی دنیا میں عزت ملے گی یہ کوئی چیز ان کے مقاصد میں نہیں ہے جنت دینے والا رب جلیل موجود ہے چاہے تو گنہگاروں کو عطا کر دے اور چاہے تو بڑے بڑے پارساؤں کو نہ دے اس لئے کہ اس کی اپنی ملکیت ہے ذاتی اسکی اپنی پسند پر ہے جسے چاہے عطا کرے جسے چاہے نہ دے کسی کو مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے جہاں تک ہماری عبادت اور اطاعت کا تعلق ہے تو وہ جنت کی مستحق اس لئے نہیں ہیں کہ ان کی اجرت ہم پہلے سے لے چکے فرمایا۔

اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ والذی جعل لکم الارض فراشا

و السماء بناء و انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم

فرمایا اتنی نعمتیں وہ تمہیں پہلے دے چکا ہے کہ تمہیں اس کی عبادت کرنی چاہئے یعنی عبادات اظہار تشکر ہے ان نعمتوں کا جو ہم پہلے لے چکے ہیں آخرت یا جنت یہ اس کا انعام ہے نمازوں کی اجرت نہیں ہے کہ ہم اس کا مطالبہ کریں اس مزدوری کا ایوارڈ نہیں ہے وہ اس کی جزا نہیں ہے اس کا انعام ہے اس کی رضا ہے اس کی خوشنودی کا مظہر ہے وہ جسے چاہے دے جسے چاہے عطا کرے۔ سلسلہ عالیہ یا تنظیم کا مقصد صرف ایک ہے کہ اس زمین پر اللہ کے دین کو سربلندی نصیب ہو اللہ کے بندے بندوں کے سامنے جھکنا چھوڑ دیں اور اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوں اللہ کی مخلوق ظلم اور ظالموں کے چنگل سے آزاد ہو اور سکون و اطمینان سے اپنے رب کی اطاعت کر سکے دینی تعلیمات کو عام کرنا دین کو سکھانا دینی عمل کو عام کرنا اور دینی حکومت قائم کرنا یہ حاصل ہے سارے اذکار کا بھی ساری تنظیم کا بھی اور نہ سلسلہ عالیہ کو اس کام کے لئے کسی سے اجازت کی ضرورت ہے اور نہ تنظیم الاخوان کو۔

رہا یہ سوال کہ بعض بڑے بڑے نام بڑے بڑے لوگ کٹ جاتے ہیں دور ہو جاتے ہیں محروم ہو جاتے ہیں اس کی وجہ ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ خود کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا کام ہمارے دم سے ہوگا اللہ کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ کوئی اس کی ذات پر احسان کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرماتے ہیں اس کا پورا ہونا یقینی ہے اس میں کوئی گنجائش شبے کی نہیں ہے وہ ہر حال ہو کر رہے گا اللہ قادر ہے اسے کرے گا ان لوگوں سے خدمت لے گا یا انہیں وہ سعادت نصیب ہو گی جو جذبہ لے کر محنت کریں گے کہ یہ کام تو ہونا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہونا ہے اللہ نے کرنا ہے مجھے بھی سعادت نصیب ہو جائے کہ میرا نام بھی اس کے کرنے والوں کی فہرست میں آ جائے۔

وہ لوگ اس عظیم مشن میں رہ سکیں گے۔ آج اگر اس بات کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ یہ اس ویرانے میں بیٹھ کر ملک میں انقلابات کی بات کرتے ہیں یہ پاگل ہیں تو آج تو اس ویرانے میں جو بات ہم کرتے ہیں یہ دنیا کے دوسرے سرے تک پہنچتی ہے آج ہماری بات کو اخبارات کے صفحے بھی جگہ دیتے ہیں لوگ بھی سنتے ہیں ایک زمانہ ایسا تھا جب کوئی نہیں جانتا تھا ہمیں ایک دو تین بندے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کچے اور تاریک کوٹھوں میں بیٹھ کر ذکر کرتے تھے بات تب بھی ہم یہی کرتے تھے اور مذاق کرنے والے تب بھی یہی کہتے تھے کہ یہ چار بندے کیا انقلاب لے آئیں گے۔ آج دیکھا جائے کہ وہاں سے یہاں تک کے سفر کا کتنا فاصلہ ہے آج یہی بات حکمرانوں کے گلے میں پھنس کر رہ گئی ہے آج تو ہماری وزیراعظم صاحبہ کو بھی پندرہ منٹ اس بات پر لگانے پڑے کہ کیوں کہتے ہو نظام تبدیل کیا جائے آج تو اس بات میں اتنی قوت آ گئی ہے کہ ملک کی وزیراعظم کو بھی نوٹس لینا پڑا کہ کوئی کچھ کہہ رہا ہے آج تو اس بات میں اتنی جان آ گئی ہے کہ ملکی سطح کے اخبار اور بین الاقوامی سطح کی ایجنسیوں نے اپنے شماروں میں اپنے رسالوں میں جاپان سے لے کر امریکہ تک اور افریقہ سے لے کر روس تک کے سرکاری اخبار ریڈ سٹار نے بھی اس انسٹی ٹیوشن کا ذکر کیا ہے اور یہاں کے ہونے والے کام کا بھی۔ میرے پاس اس کی کٹنگ موجود ہے دوستوں نے مجھے بھیجی ہے کہاں روس اور کہاں ریڈ آرمی اور ریڈ آرمی کا ریڈ سٹار اخبار! اس کا مطلب ہے کہ قانون فطرت اپنا کام کر رہا ہے قدرت باری اپنا کام کر رہی ہے ہم نہیں کر رہے پیامبر ارشادات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صداقت دکھا رہے ہیں ہماری خوش نصیبی صرف یہ ہے کہ ہمیں اللہ نے اس میں شامل ہونے کی توفیق عطا کر دی ہماری قابلیت نہیں ہے ہماری پارسائی یا ہماری تسبیحات یا ہمارے سجدے اس قابل ہرنہیں ہیں کہ ہم یہ انقلاب برپا کر سکیں یہ ہونا ہے یہ ہو رہا ہے اور یہ انشاء اللہ ہو گا اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ دعا

یہ کرنی چاہئے جو میں ہمیشہ کیا کرتا ہوں کہ اے اللہ اس دنیا میں اس خطے پر اسلام کو نافذ فرما اور ہوا ہوا دیکھنے کو جی چاہتا ہے یا زندگی اتنی دے کہ جب نافذ ہو جائے ہم دیکھ سکیں یا اسے اتنا جلدی نافذ کر کہ ہماری طے شدہ زندگی میں نافذ ہو جائے ہو ضرور جائے گا ہم مر جائیں گے ہم فنا ہو جائیں گے ہم نہ رہیں تو بھی یہ کام انشاء اللہ ہو کر رہے گا۔ لیکن دل یہ چاہتا ہے کہ اسی سرزمین پر اسی حیات میں انہی آنکھوں کے ساتھ ہم بھی دیکھیں یہ سعادت ہمیں بھی نصیب ہو۔

میری گذارش صرف احباب سے اتنی ہے کہ یہ بات دل میں بٹھا لیجئے کہ نہ آپ کی کوئی حیثیت ہے اور نہ میں کوئی شے ہوں ہم سب کچھ بھی نہیں نہ یہ ہماری بہادری سے ہو رہا ہے نہ ہماری جرات سے ہو رہا ہے نہ ہماری محنت سے ہو رہا ہے کسی کو محنت کی توفیق ہے تو یہ اس کی سعادت ہے کہ اسے کام کرنے کی توفیق اللہ نے دی کوئی اس تحریک کا حصہ ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے اس میں حصے دار بنا دیا اپنے معاملات پر پوری توجہ رکھئے خود پر اسلام نافذ کیجئے اور اپنے لئے سعادت سمجھئے کہ یہ اس کا احسان ہے ہم سے خدمت لے رہا ہے جس لمحے جس نے بھی اپنا احسان سمجھا کہ میں یہ کام کر رہا ہوں دوسرے دن وہ اس موومنٹ میں نہیں ہو گا بظاہر بہت بڑا نام ہو بظاہر بڑا پارسا یا ولی بنا بیٹھا ہو بظاہر بڑا بہادر یا جوادری پہلوان کہلواتا ہو کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے ہر بندہ صرف ایک مشت غبار ہے صرف مٹی کی ایک مٹھ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اللہ کریم سے دعا بھی کیا کیجئے وہی دعا اپنے لئے کہ اے اللہ احیائے اسلام کا روشن زمانہ ان آنکھوں کو دیکھنا نصیب فرما تیری مرضی ہماری حیات مستعار میں اسے نافذ کر دے تو بہت اچھی بات کچھ دن لیٹ ہے تو اتنے دن زندگی کے بڑھا دے مرنے سے پہلے ہمیں بھی دیکھنا نصیب ہو اور ہماری میت کو کندھا دینے والے وہ لوگ ہوں جو اس نظام کا حصہ ہوں وہ لوگ ہماری قبروں پہ مٹی ڈالیں وہ ہمارا جنازہ پڑھیں کتنے اللہ کے محبوب لوگ ہوں گے اور کیسے خوش نصیب لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں اس سرزمین پاک پر اللہ کا پاک نظام نافذ ہو گا واقعی اس آخری عہد کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے قابل زیارت لوگ ہوں گے نہایت مبارک لوگ ہوں گے اللہ ہمیں ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔

سلسلہ عالیہ انشاء اللہ العزیز جاری رہے گا ظہور مہدی تک

ہماں شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

لومڑیوں کے مکر ان زنجیروں کو نہیں توڑ سکتے انہوں نے دنیا بھر کے شیروں کو جکڑ رکھا ہے کوئی خطرہ نہیں ہے نہ سلسلے کو نہ تنظیم کو نہ نظام کو اور نہ اس کام کو انشاء اللہ یہ سلسلہ ظہور مہدی تک جائے گا اور ظہور مہدی کے وقت اس کے ساتھ کام کرنے والے لوگ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ہوں گے اور بھی جسے اللہ توفیق دے ہوں گے لیکن یہ لوگ اس کے دست و بازو ہوں گے اور انشاء اللہ یہ ملک بھی قائم رہے گا اس پر اسلام کی حکومت بھی قائم ہو گی اور یہ بنیاد بن کر روئے زمین پر غلبہ اسلام ہو گا لوگ وانٹیرلی اور بھاگ بھاگ کر اسلام قبول کریں گے یورپ اور امریکہ اور مغربی اقوام کے اتنے لوگ مسلمان ہو جائیں گے کہ وہ ممالک از خود اسلامی ریاستیں بن جائیں گی کسی کو فوج لے کر فتح کرنے کی تکلیف نہیں کرنا پڑے گی لوگ اتنے مسلمان ہو جائیں گے کہ وہ ریاستیں خود بخود اسلامی ریاستیں بن جائیں گی اور یہ تجزیہ یہود و نصاریٰ نے اپنی قدیم روایات اور قدیم کتابوں سے بھی تلاش کر کے سمجھ لیا ہے جس طرح انہوں نے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمجھ رکھا تھا اور پھر ساری مخالفتیں سارے حیلے کئے دین اسلام کے غلبے کو روکنے کے لئے ناکام رہے۔ آج انہوں نے اپنی کتب سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسلام کی نشاط ثانیہ کا زمانہ آ گیا اور وہ یہ بھی جانتے ہیں الجزائر میں اسلامی ریاست بننے سے امریکہ کیوں ڈرتا ہے کابل میں اسلامی ریاست بننے سے

امریکہ کیوں خوف زدہ ہے کشمیر کے معاملے میں پاکستان میں اسلام نافذ ہو جائے امریکہ کیوں ڈرتا ہے کیا الجزائر یا کابل یا پاکستان امریکہ کو فتح کرنے دوڑ پڑے گا نہیں کسی جگہ ایک اسلامی ریاست بن جائے وہاں اسلامی انصاف قائم ہو گئے اسلامی عدل قائم ہو جائے تو اس کے اپنے اتنے لوگ کلمہ پڑھ لیں گے کہ وہ ملک از خود اسلامی ریاست بن جائے گی یہ بات انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں سے بھی تلاش کر لی ہوئی ہے اس لئے اس سارے کو روکنے کے لئے حیلے کر رہے ہیں لیکن نہ پہلے روک سکے تھے اور نہ اب روک سکیں گے جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات اس وقت تھیں اس ذات گرامی کی برکات کا ظہور آج بھی ہے اللہ کریم ہمیں شعور عطا فرمائے کہ ہم یہ نقطہ سمجھ سکیں ہمت و قوت دے کہ خود کو اس فیصلے پہ قائم رکھ سکیں اور اس راہ میں شہادت نصیب فرمائے اور ان لوگوں کے ہاتھوں دفن ہونا نصیب فرمائے۔

ضرورت اساتذہ

برائے صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ (چکوال)

1- ہائی سکول کا ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر یا 18 گریڈ کا ریٹائرڈ 20 سالہ تدریسی تجربہ رکھنے والا۔

2- ایم۔ اے عربی' ایم اے اسلامیات ' درس نظامی

3- ایم۔ ایس سی بیالوجی ر باٹنی یا بی۔ ایس۔ سی۔

نوٹ۔ سلسلہ عالیہ سے تعلق رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔

قربِ الٰہی کا زینہ

دین کی خاصیت یہ ہے کہ یہ ثانوی حیثیت میں رہنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ یہ محکوم بن کر نہیں رہتا لہذا دیندار وہی ہے جو دین کو اپنی ذات کے اوپر مسلط کر لے اور اگر اپنی رائے کو دین پر مسلط رکھا تو یہ دینداری کا سوانگ ہے۔

ضرورت رشتہ

دو لڑکیاں جو کہ میٹرک پاس ہیں اور اب عربی فاضل کے امتحان کی تیاری کر رہی ہیں کے لئے سلسلہ نقشبندیہ او۔یسیہ میں صرف سادات فیملی میں رشتے درکار ہیں۔ کوائف بذریعہ خط ارسال کریں۔ بالمشافہ ملاقات کے لئے پھر اطلاع دی جائے گی۔

رابطہ :- مولانا غلام حسین ہیڈ جمعدار ہیڈ تونسہ بیراج تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ۔

قلب سلیم ہونے کے لیے دو شرائط ہیں۔

اوّل ! صحت از امراض۔ قرآن مجید نے قلب کے امراض کفر، شرک، شک اور خواہشات نفسانی کے اتباع کو قرار دیا ہے۔ ان امراض سے صحت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ کسی معالج روحانی سے علاج کرایا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قلب کو غذائے روحانی بہم پہنچائی جائے۔ جسطرح غذائے صالحہ سے جسم انسانی صحت مند اور قوی ہو جاتا ہے اسی طرح قلب کی صحت اور قوت کے لیے بھی غذائے صالح درکار ہے۔ مگر قلب کی غذا جسم کی غذا سے مختلف ہے۔ قلب کے لیے غذائے صالح کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ :-

"سنو! ذکر الٰہی سے ہی قلوب مطمئن ہوتے ہیں"

علاجِ قلب اور غذائے قلب، عارفین کاملین کے بغیر کہیں سے نہیں ملتی "دلائل السلوک"

—— حضرت مولینا اللہ یار خان رح

تقویٰ

مولانا محمد اکرم اعوان

ارشاد ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے اور خاص طور پر ان لوگوں سے یہ کہہ دیجئے جنہیں ایمان نصیب ہوا ہے۔

اتقوا ربکم کہ اپنے پروردگار کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط رکھو۔ تقویٰ کا معنی یہاں ہمارے تراجم میں ڈر کر دیا جاتا ہے کہ اپنے رب سے ڈرتے رہو تقویٰ عام ڈر کو نہیں کہتے ڈر کئی طرح سے ہوتا ہے جان جانے کا ڈر ہے نقصان ہو جانے کا ڈر ہے کہیں سانپ کا اژدہے کا ڈر ہے کہیں ڈاکو کا ڈر ہے تقویٰ ایک خاص قسم کا ڈر ہوتا ہے جو کسی سے تعلق کے ٹوٹنے یا کسی محبوب کے ناراض ہو جانے کا جو خدشہ ہوتا ہے اس خدشے کو اس ڈر کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ ایمان اللہ سے تعلق قائم کرنے کا نام ہے اللہ کی ذات اور اس کی صفات کو کہ جیسا کہ وہ ہے۔ ماننے کا نام ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لا کر اس کو قبول کرنے سے بندے اور اس کے مالک کے درمیان ایک تعلق قائم ہو جاتا ہے ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے اب جب اس نے اللہ کو اپنا مالک مان لیا تو عہد کرتا ہے کہ خلوص دل سے اللہ ہی کی اطاعت کرے گا۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ یہ ایک رشتہ ہے بندے اور اللہ کے درمیان' اس کا مقصد اس کی زندگی کا حاصل اللہ کی رضا کو پانا اللہ کے قرب کو قائم رکھنا اللہ سے اپنے اس تعلق کو قائم رکھنا ہے اب کوئی بھی ایسا کام جو اس سے نادانستہ طور پر ہو جائے یا وہ جان بوجھ کر کرے کوئی بھی ایسا کام جو بندے اور اس کے مالک کے اس رشتے کے درمیان خرابی پیدا کرنے کا سبب بنے اس کام کو گناہ کہیں گے اور اس سے اس کے کرنے سے جو خطرہ ہے رشتے کے ٹوٹنے کا اس خطرے اس اندیشے اس ڈر کو تقویٰ کہا جائے گا۔ تو ارشاد ہوتا ہے۔ تقاضائے ایمان یہ ہے۔

کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں جنہوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قبول کیا ہے انہیں فرما دیجئے

اتقوا ربکم اللہ تمہارا پروردگار ہے اس کی ہی تمام نعمتیں تم استعمال کر رہے ہو اور اسکے پاس لوٹ کر جانا ہے اور آئندہ بھی اسی سے سب کچھ ملنا ہے لہٰذا اسکے ساتھ اپنے تعلق کو قائم رکھو اور اسے ٹوٹنے سے بچاؤ اس لئے کہ ایک قانون ہے۔ قانون یہ ہے۔

للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ جو کوئی بھی بھلائی کرے گا۔ اس دنیا میں بھی اسے بھلائی نصیب ہو گی۔ آخرت میں تو یقیناً" ہو گی اور اس سے زیادہ ہو گی لیکن دنیا میں بھی اسے اللہ کی اطاعت کرنے والے کو یا اللہ کے نیک بندے کو یا اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھنے والے کو دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہو گی۔ پہلی بات تو یہ ہے

کہ بھلائی ہے کیا؟ نیکی ہے کیا؟ حسنتہ کسے کہا جائے گا۔ اسلام کی نظر میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کے دوسرے بندوں کی بہتری کے لئے کچھ کر سکتا ہے سب سے بڑی نیکی یہ ہے حاصل ہے یہ حسنتہ کا اور بھلائی کا۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ساری کائنات کے لئے اللہ کی رحمت ہیں اللہ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے جتنے جہان بھی ہیں زمینوں میں آسمانوں میں اس دنیا میں آخرت میں کہیں بھی اللہ کی جتنی مخلوق ہے سب کے لئے رحمت ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب اس بھٹکی بچھڑی ہوئی مخلوق کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لانا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کو اللہ کی مخلوق کی کسی ایک فرد تک پہنچانا یہ سب سے بڑا عظیم کام ہے اس ایک کام کو کرنے کے لئے باقی سارے کام کرنے پڑتے ہیں مثلاً" عبادات اور فرائض ہیں کس لئے کہ بندہ خود ان پر عمل کر کے برکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انوارات الٰہی بھی حاصل کرے۔ اس کے بعد تعلیم دین کی باری ہے علم دین کی باری ہے کہ وہ دینی علم کو سیکھے کیوں اس لئے کہ خود عمل کر سکے اور دوسروں تک پہنچا سکے پھر کیسے پہنچائے گا کیا نرا دین جاننے سے وہ دوسروں تک پہنچائے گا نہیں پھر اسے ایسے فنون سیکھنے ہوں گے جن سے وہ دنیا میں اپنے لئے بھی جگہ بنا سکے اپنی گزر اوقات بھی کر سکے اور جانتا ہو کہ قواعد شرعیہ کے مطابق اسے گزر اوقات کرنی ہے اور دنیوی علوم سے دنیا میں اپنا ایک مقام پیدا کرے لوگوں کے ساتھ رشتہ پیدا کرے لوگوں کو اس کی ضرورت پیش آئے لوگوں تک اس کی رسائی ہو اور اس کا وہ تعلق جو عام آدمی کے ساتھ ہے وہ اس کی وساطت سے اس تک دین کو پہنچانے کا سبب بنے کوئی بھی دین کو گارے کی طرح کسی کے ساتھ تھوپ نہیں سکتا کہ کوئی بندہ گزر رہا ہے اور اس نے گارے کی طرح دین پھینک دیا اور اس کے ساتھ چمٹ گیا یہ اس طرح نہیں ہوتا خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نرے وعظ سے دین نہیں پہنچایا۔ بلکہ لوگوں کے مصائب میں ان کے ساتھ شراکت فرمائی بھوکوں کی بھوک اور پیاس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراکت فرمائی مظلوموں کی ظالموں کے خلاف پناہ کا کام دیا بیماروں کی بیمار پرسی اور بیماروں کی تیمار داری اور بیماروں کے علاج پہ توجہ فرمائی۔ حتیٰ کہ اس کافر معاشرے میں جہاں روئے زمین پر کفر مسلط تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو اسلامی ریاست قائم کر کے دی۔ کیا ضرورت تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن نازل ہو رہا تھا اللہ کے احکام آ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو سنا دیتے بات ختم۔ اگر اتنی ہی بات ہوتی تو شاید اللہ کریم نبی مبعوث نہ فرماتے۔ قرآن حکیم کوئی فرشتہ رکھ دیتا بیت اللہ میں اور بیت اللہ کی چھت پر یا صحن میں یا اندر اعلان کر دیتا منادی کہ بھئی اللہ کی کتاب پڑی ہے لوگو پڑھ لو لوگ خود پڑھ لیتے یہ طریقہ اللہ کریم نے قبول نہیں فرمایا پسند نہیں فرمایا بلکہ طریق الٰہی یہ ہے کہ نبی مبعوث فرمایا اور نبی علیہ السلام وہ مبعوث فرمایا جس نے ایک ایک فرد کے دکھ سنے ایک ایک فرد کے غم اور خوشی میں شرکت فرمائی ایک ایک فرد کے لئے سراپا رحمت بن گئے اور لوگوں کو محسوس ہوا کہ ہمیں زمانے بھر کے دکھوں سے ہمیں زندگی بھر کی تکالیف سے اگر کوئی پناہ ملتی ہے کہیں سکون کی سانس ملتی ہے کہیں ہمارے لئے جائے آرام ہے تو وہ دامان رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر ظلم کے خلاف آواز بلند فرما کر ظلم کے خلاف شمشیر بکف برائی کے خلاف جہاد کر کے بنی نوع انسان کو صرف مسلمان کو نہیں بلکہ انسان کو انصاف عطا فرمایا۔ اور یہ ایک سورج کی طرح روشن حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی انسان کے ساتھ دشمنی نہیں فرمائی۔ لوگوں نے دشمنی کی نادانی کی وجہ سے جہالت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان نہ سکنے کی وجہ سے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی باری آئی تو دشمنی کرنے والوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار رحمتیں لٹائیں بے شمار شفقتیں نچھاور فرمائیں حتی کہ بدترین دشمنوں کو بھی کافروں کو بھی انسانی حقوق عطا فرمائے اور اسلامی ریاست کو پابند کر دیا کہ جب کبھی بھی جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان ہو کافر کے انسانی حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتا اسے زندہ رہنے کا حق ہے اسے مذہب اختیار کرنے کا حق ہے جو مذہب وہ چاہے رکھے جو طریق عبادت وہ چاہے پسند کرے اس کی آبرو مومن پر حرام ہے یعنی اس کی عزت اس کا مال اس کی جان ان سب سے کوئی بھی تعرض نہیں کیا جا سکتا اور اس سارے کام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر لوگوں کے مصائب حل فرمائے لوگوں کو بین الاقوامی طور پر ایک آئین اور ایک دستور عطا فرمایا لوگوں کو بین الاقوامی طور پر طریق عبادت عطا فرمایا لوگوں کو بین الاقوامی طور پر معاشی دساتیر عطا فرمائے سیاسی دساتیر عطا فرمائے اور لوگوں نے جائے پناہ سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامان رحمت میں جگہ پائی اور تب جا کر انہیں دینی برکات بھی نصیب ہوئیں ایک انسان کا ایک مزاج ہے جب تک آپ اس کی دنیوی تکلیف کو شیئر نہیں کرتے اس کی دنیوی پریشانی آپ نہیں سنتے وہ آپ سے نرا دین سیکھنے نہیں آئے گا۔ ایک آدمی کو گھسیٹ کر پھانسی پر چڑھانے کے لئے لے جا رہے ہیں آپ اس کے پیچھے وعظ کہتے چلے جائیں وہ آپ کا وعظ نہیں سنے گا۔ آپ کتنی سریلی آواز میں کہہ رہے ہوں آپ سارا قرآن کا ترجمہ سنا رہے ہوں یا حدیث مبارک کو اس کی توجہ اس پھندے کی طرف ہو گی جو اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ جدھر اسے گھسیٹ کر لے جا رہے ہیں لیکن آپ اگر اس کے اس پھندے کو اس کے گلے سے چھڑانے کی کوئی تجویز کرتے ہیں یا اسے اس مصیبت سے بچانے کے لئے کوئی تدبیر کرتے ہیں تو اس تدبیر کے ساتھ وہ آپ کی تقریر اور آپ کی بات بھی سننے کو تیار ہو جائے گا تو عملی زندگی کے لئے دنیوی علوم کا حصول اس غرض کے لئے نہیں کہ اس سے میں پیسہ کما لوں گا۔ رزق اللہ نے مقرر کر دیا ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ بڑے سے بڑے جاہل اور مجہول لوگوں کو بھی اس نے کروڑ پتی بنا دیا ہے وہ ایسا قادر ہے کہ جنہیں کاریں بنانا آتی ہیں وہ دو دو چابیاں' پانے لے کر سڑک پر بیٹھے ہیں کہ کسی نہ جانے والے کی گاڑی خراب ہو گی تو ہم مزدوری کر لیں گے اور جنہیں نہیں آتی وہ دس دس گاڑیوں میں سوار پھرتے ہیں اور ملازم رکھے ہوئے ہیں چلانے کے لئے۔ دنیا کا ایک اپنا نظام ہے اللہ کریم نے کسی کے لئے رزق زیادہ لکھ دیا کسی کے لئے کم اس میں اس کی آزمائش رکھ دی اس میں اس کا امتحان رکھ دیا کسی کو زیادہ طاقت۔ صحت دے دی کسی کے لئے بیماری مقرر کر دی اور یہ دن پھرتے رہتے ہیں بیمار سدا بیمار نہیں رہتے صحت مند سدا صحت مند نہیں رہتے رئیس ہمیشہ رئیس نہیں رہتے غریب ہمیشہ غریب نہیں۔

تلک الایام نداولھا بین الناس۔ باپ مزدور ہوتا ہے بیٹا کسی ملک پہ حکمران بن جاتا ہے باپ حکمران ہوتا ہے بیٹا کبھی جا کر گداگر بن جاتا ہے یہ اس کا اپنا ایک نظام ہے کہ جس میں دنیا چل رہی ہے ہر ایک کی آزمائش ہے۔ حصول علم اس لئے ضروری ہے کہ دنیوی علوم جان کر لوگوں کی دنیوی پریشانیوں میں حصہ دار ہوا جا سکے۔ دنیا میں رہنے کے اچھے طریقے تلاش کئے جا سکیں بیماروں کی شفا کا اہتمام کیا جا سکے لوگوں کو دنیا میں رہنے کے اسالیب بتائے جا سکیں دنیا کی پریشانیوں میں کسی کی پریشانی بانٹنے کے قابل ہوا جا سکے جب یہ نعمت نصیب ہو گی تو لوگوں کے ساتھ ایک تعلق بنے گا مومن کا یعنی یہ مومن کا سارا فریضہ ایمانی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو نماز روزے میں مقید کر دیا ہم نے سمجھا نمازیں پڑھیں روزے رکھے تسبیحات پڑھیں اسلام مکمل ہو گیا لوگ سود لیتے ہیں نمازیں باقاعدہ پڑھتے ہیں تسبیحات پڑھتے ہیں اعتکاف بیٹھتے ہیں روزے رکھتے ہیں اور سود کھاتے ہیں یعنی اسلام کا کام نماز روزے سے مکمل ہو گیا عملی زندگی میں سود کھا رہے ہیں

ڈاکوؤں کو ہم نے نمازیں پڑھتے دیکھا ہے پیشہ ور قاتل نمازیں پڑھتے ہیں پیسے دو تو بندہ قتل کر دیں گے نماز روزہ کر کے اسلام کو ایک طرف راضی کر دیا باقی زندگی میں جو جی چاہے کرتے ہیں یہ اسلام نہیں ہے۔

اسلام ہے مکمل انسانی زندگی کے مصرف کا نام اسلام ہے اللہ سے تقوی کا نام اور تقوی ہے کہ اللہ سے جو تعلق ہے مومن کا اس میں رخنہ نہ آئے وہ قائم رہے وہ بڑھتا رہے اس میں کمزوری نہ آئے وہ کیسے بڑھے گا جب آپ اللہ کے بندوں کے کام آنے کی سبیل کریں گے آپ پڑھ رہے ہیں یہ تھوڑے سے ارادے سے فرق پڑ جاتا ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لے جا رہے تھے مکان بن رہا تھا اور اس میں کھڑکیاں تھیں مسجد کی جانب مسجد نبوی کی جانب مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا اس طرف کھڑکیاں کیوں رکھ رہے ہو بھائی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا آئے گی کمرہ روشن رہے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بند کر دو اس طرف مسجد کی طرف کھڑکیاں نہیں رکھو بند کرا دی گئیں کسی اور ساتھی کا مکان بن رہا تھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا پھر کبھی گزر ہوا وہ بھی اس طرف کھڑکی رکھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ادھر کھڑکی کیوں رکھی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدمی کبھی سو جاتا ہے کبھی غافل ہو جاتا ہے اس طرف کھڑکی ہو گی مسجد سے اذان کی آواز سنائی دے گی نماز سے محروم نہیں رہوں گا فرمایا ہاں یہ بہتر ہے اب اس کھڑکی سے کیا ہوا نہیں آئے گی ہوا بھی آئے گی، لیکن بنانے والے کی نیت یہ تھی کہ اس کے دینی کام میں وہ کھڑکی اس کی معاون ہو وہ نماز کے لئے آواز اذان کی سن سکے۔

اس طرح ہم جب آپ بچے پڑھتے ہیں ہم نے سکولوں میں پڑھایا ہم محنت یا مزدوری کرتے ہیں ہم کام کرتے ہیں دنیا کا کوئی بھی تو ایک نیت تو یہ ہوتی ہے کہ میں اپنے لئے روزی کما لوں میں پڑھوں گا مجھے اچھی تنخواہ ملے گی افسر بن جاؤں گا لیکن اسی کو اگر اس طرح بدل دیا جائے کہ میں دنیوی علوم میں ماہر ہو کر ایک میڈیکل ایکسپرٹ بن کر یا میں ایک ٹیکنیشن بن کر یا میں ایک سائنٹسٹ بن کر یا میں کمپیوٹر کا ماہر بن کر انسانوں کی خدمت کرنے کے قابل ہوں گا یوں وہ انسان میرے قریب آئیں گے اور پھر میں انہیں دین بھی سکھاؤں گا اللہ کی معرفت دوں گا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی برکات ان تک پہنچاؤں گا۔ تو روزی تو ساتھ ملتی رہے گی یعنی بات صرف ارادے اور نیت کی ہے اب صرف روزی کے لئے جو بچہ یا جو شخص محنت کرے گا۔ اس کی محنت اتنی نہیں ہو گی جتنی محنت اس مشن کے لئے وہ کر سکے گا۔ جب اس کی نیت میں یہ خلوص آ جائے یہ بات آ جائے اور یہ ہے بھلائی۔

فرمایا لوگوں سے کہہ دیجئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو لوگ بھلائی کرتے ہیں دنیا میں بھلائی صرف وہی پاتے ہیں آپ دیکھ لیجئے جن لوگوں نے انسانیت کی بہتری بنی آدم کی فلاح کے لئے کام کیا وہ لوگ تاریخ کا حصہ بن گئے انہیں زندگی موت اور مابعد الموت ہمیشہ ہمیشہ کا احترام نصیب ہوا جن لوگوں نے محض خزانے بھرنے کے لئے یا محض دولت جمع کرنے کے لئے یا محض اپنی انا کی تسکین کے لئے زندگیاں بسر کیں انہیں زندگی میں بھی کبھی دنیا میں بھی احترام نصیب نہ ہوا بڑی بڑی عظیم سلطنتوں کے مالک ہو گئے لیکن پھر ان کی وہ آرام دہ خواب گاہیں لوگوں کے لئے تماشہ بن گیا اور ان کے مزارات لوگوں کی سیر گاہیں بن گئیں کروڑوں روپے خرچ کر کے بادشاہوں نے اپنے لئے مقابر بنوائے اور ان کے مقبرے لوگوں کے لئے سیر گاہ بن گئے اور کچی قبروں میں رہنے والوں کو دیکھو کہ وہ لوگوں کے لئے زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں اور لوگ ان کا احترام کرتے ہیں کسی نے دیکھا نہیں انہیں کوئی ان سے ملا نہیں صدیاں بیت گئیں لیکن اس مشت غبار سے احترام کوئی نہ چھین سکا جب کہ بڑے بڑے کروڑوں روپے خرچ کرنے والے مقابر لوگوں کی سیر گاہ بن گئے دنیا میں بھی اچھائی کا بدلہ اچھا ملتا

ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم اچھا سمجھتے کسے ہیں بعض لوگ صرف دولت کو اچھا سمجھتے ہیں خواہ وہ چوری کی مل جائے حرام کی مل جائے برائی سے مل جائے دولت آ جائے ہم سمجھتے ہیں اس پر بڑا اللہ کا احسان ہے بعض حکومت و اقتدار کو اچھا سمجھتے ہیں دنیا میں بھی اچھائی اسی چیز میں ہے کہ دنیا کی نعمت بھی ملے اور اس کے ساتھ اللہ کی رضامندی بھی ہو۔ انسان ہے اس کی ضرورتیں ہیں اسے کھانا بھی ہے اوڑھنا بھی ہے لیکن اللہ اس کھانے سے اس لباس سے اس سرمائے سے اس دولت سے اس اقتدار سے اپنی پناہ میں رکھے جس میں اللہ کی ناراضگی ہو وہ نعمت نہیں ہے وہ مصیبت ہے وہ وقتی طور پر لحاتی طور پر کسی کو کتنی بھی پسند آئے وہ نعمت نہیں ہے ہاں ہر وہ بات نعمت ہے جس میں اللہ کی رضامندی شامل حال ہو پھر اگر کسی جگہ آپ یہ مقاصد نہیں پا سکتے تو زندگی انسانی کو محض بتانا مقصد نہیں ہے یہ جو ہم کہتے ہیں ناجی وقت پاس ہو رہا ہے وہ وقت بھی نہیں ٹائم پاس ہو رہا ہے اور جسے پنجابی بھی نہیں آتی اسے بھی یہ محاورہ آتا ہے آپ کسی چرواہے سے کسی جنگلی کسی انپڑھ سے کسی اس میں دور دراز کسی نالے میں ہل چلاتے ہوئے بندے سے پوچھیں کیا حال ہے وہ کہتا ہے ٹائم پاس ہو رہا ہے ٹائم پاس کرنا اسلام کے منافی ہے اسلام میں کسی کے پاس فالتو وقت نہیں ہے کہ محض وقت گذار کر دنیا سے آ جائے ایک ایک لمحے کا حساب ہو گا وقت محض گزارنا نہیں ہے جو لمحہ خرچ ہو رہا ہے اس کی پرکھ ہو گی کہ اسے کس بات پہ آپ نے خرچ کیا تو اگر ایک جگہ آپ یہ زندگی کا مقصد نہیں پا سکتے ایک جگہ آپ علم حاصل نہیں کر سکتے ایک جگہ آپ دین حاصل نہیں کر سکتے ایک جگہ آپ اپنی حیثیت نہیں بنا سکتے تو فرمایا۔

وارض اللہ واسعتہ اللہ کی زمین وسیع ہے چھوڑ دو اس جگہ کو چھوڑ دو اس شہر کو چھوڑ دو اس گھر کو ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہیں زندگی کا یہ مقصد حاصل ہو سکے جہاں تم بنی نوع انسان کے لئے کار آمد بن سکو دنیوی طور پر بھی اور دینی اعتبار سے بھی جہاں تم انہیں دنیوی راحت کا سامان بھی پہنچا سکو اور اللہ کے بندوں کا رشتہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ کی ذات کے ساتھ لگانے کا کام کر سکو زندگی کا مقصد حصول زر نہیں ہے زندگی کا مقصد حصول رضائے الٰہی ہے اور اس مقصد کے لئے **وارض اللہ واسعتہ**۔ اور اگر ایک جگہ تم کامیاب نہیں ہو سکتے یا وہاں اسباب مہیا نہیں ہیں تو وہ جگہ چھوڑ دو اللہ کی زمین وسیع ہے اور یہ یاد رکھو تم جو جگہ چھوڑ دو گے اس چھوڑنے سے تمہیں جو نقصان ہو گا یا تمہیں جو قربانی کرنا پڑے گی وہ ضائع نہیں جائے گی۔

انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب۔ تم اللہ کے لئے تھوڑی سی قربانی کرو گے اور وہ تمہیں اس کا بے حساب اجر اور انعام عطا فرمائے گا۔ کسی نے اللہ کے لئے گھر چھوڑا یا کسی نے اللہ کے لئے سفر اختیار کیا یا کسی نے اللہ کے لئے ایک جگہ سے مسکن چھوڑا یا کسی نے اس مقصد کے حصول کے لئے وطن چھوڑا تو اس کی وہ قربانی ضائع نہیں جائے گی بلکہ اللہ کریم اسے بے حساب اجر عطا فرمائیں گے۔

یہ انداز ہے بحیثیت مسلمان زندہ رہنے کا اور ہمارا آج حال یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو دوچار سجدوں میں مقید کر کے الگ رکھ دیا جائے لوگوں کو قتل کیا جائے حرام کا سرمایہ جمع کیا جائے رشوتیں لی جائیں ڈاکے ڈالے جائیں لوٹا جائے اور دنیا میں اپنے نام کی دہشت پھیلائی جائے تو یہ سارا کچھ اسلام نہیں ہے لوگوں کو مختلف فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کے قتل پر لگا دینا اسلام نہیں ہے مختلف سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے لوگوں کو قتل اور غارت گری میں لگا دینا یہ ان میں سے کوئی بھی اسلام نہیں ہے اور محض اسلام کے نام پر اپنے اقتدار کے لئے محنت کرنا یہ کوئی بھی اسلام نہیں ہے اسلام یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے بندوں کے کام آئے خود کو اس قابل بنایا جا سکے علمی طور پر کہ دوسروں کے دکھ درد بانٹے جا سکیں

بجائے ان کی تکالیف بڑھانے کے ان میں کمی کی جائے اور یوں جو لوگ متوجہ ہوں انہیں صرف دنیا ہی نہیں دین بھی دین کی نعمت بھی دی جا سکے اللہ کریم ہماری خطاؤں سے در گزر فرمائیں ہمیں اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتنہ وفساد کے وقت جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم

(حدیث حذیفۃ بن الیمان ؓ) ابو ادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے اور میں اس خوف سے کہ کہیں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں آپ سے شر کے متعلق سوال کیا کرتا تھا، چنانچہ (ایک دن) میں نے آپ سے پوچھا: یارسولؐ اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خیر (اسلام) سے ہمیں مشرف فرمایا تو کیا اس خیر کے بعد بھی کسی شر کا امکان ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا اور کیا اس شر کے بعد بھی خیر آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن اس میں کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا: یہ کیسی کدورت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے طریقے کی بجائے دوسرے طریقوں کی طرف راہ نمائی کریں گے، تم ان کی بعض باتوں کو اچھا پاؤ گے اور بعض باتیں بُری ہوں گی، میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر کسی قسم کا شر پیدا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، لوگ اس طرح گمراہی پھیلائیں گے گویا وہ جہنم کے دروازے پر کھڑے لوگوں کو بُلا رہے ہیں، جو ان کی پکار پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان کے کچھ اوصاف بیان فرمائیے، آپ نے فرمایا: وہ ہماری ہی طرح کے لوگ ہونگے اور ہماری ہی زبان میں بات کریں گے (بظاہر مسلمان ہوں گے اور اسلام کی باتیں کریں گے)، میں نے عرض کیا: یہ زمانہ اگر مجھ پر آگیا تو میرے لیے آپ کا کیا حکم اور ہدایت ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ایسے وقت میں جماعت المسلمین اور مسلمانوں کے امام سے وابستہ رہنا۔ میں نے عرض کیا: اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تو تم تمام ایسے فرقوں سے کنارہ کش رہنا خواہ تم کو درخت کی جڑیں چبانا پڑیں حتّٰی کہ جب تمہیں موت آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم ان میں سے کسی کے ساتھ نہ ہو۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۶۱ المناقب: باب ۲۵ علامات النبوۃ فی الاسلام

اللہ کو حساب چکاتے دیر نہیں لگتی

پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو تو جس طرح پہلے اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے تھے، اس طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بھی بہت فرق ہے) ان میں سے کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دیدے۔ ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی۔ اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

سورہ بقرہ۔ 2...... آیات 200 تا 202

اللہ کے بندے کے نام

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

اللہ کے بندے! سلام عقیدت اور سلام محبت قبول فرمایئے۔

جس روز یہ اعلان پڑھا کہ "میں اللہ کا بندہ ہوں" بھولا خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ فوراً" اکبر کو آواز دی۔ کہ سن اے اکبر! تو یہ کیا کہہ گیا ہے کہ ۔

کہتے ہیں مسلمان ہیں "اللہ کے بندے"
دس پانچ نہیں مجھ کو دکھا دو تو بھلا ایک
آ میں تجھے دکھاؤں ایک "بندہ" ڈنکے کی چوٹ سے اعلان کر رہا ہے نہیں میں بھول گیا "ایک مسلمان" ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے میں اللہ کا بندہ ہوں۔

اکبر: بھولے! تو واقعی بھولا ہے۔ تو میری وہ بات بھول گیا جو میں نے تجھ سے کہی تھی کہ ۔

اس کی باتوں سے تو نے اسے سمجھا خضر
اس کے پاؤں کو تو دیکھو کہ کدھر جاتے ہیں

بھولا: کیا مطلب؟ کیا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

اکبر: تو بھولا ہی نہیں دقیانوسی خیال کا بھی ہے۔ ارے بھولے جھوٹ کا لفظ متروک ہو گیا ہے۔ ادب کے آداب میں سے ہے کہ متروک الفاظ کلام میں استعمال نہیں کئے جاتے۔ دیکھو تمہیں یاد ہے کہ ہمارے ہاں دو لفظ ڈوم اور ڈومنی استعمال ہوتے تھے آج کل کبھی سنے یا پڑھے ہیں یہ متروک ہو گئے ہیں اب ان کی جگہ گلو کار اور گلوکارہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ تہذیبی ترقی میں ایسا ہونا ضروری ہے اسی طرح بھانڈ کا لفظ استعمال ہوتا تھا آج کل وہ متروک ہے اس کی جگہ اداکار، فن کار، فلم سٹار، کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں یہ پیارے الفاظ ہیں ان کا صوتی تاثر ایسا ہے جیسے کانوں کے راستے شراب پلائی جا رہی ہو اور جب یہ الفاظ کسی کی زبان سے نکل کر فضا میں پھیلتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے یو۔ ڈی۔ کلون کی بارش ہو رہی ہے۔ اوہو بات لمبی ہو گئی میں تمہیں بتانا یہ چاہتا تھا کہ اب جھوٹ کا لفظ متروک ہے اس کی جگہ "سیاست" کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو یہ اعلان جھوٹ نہیں سیاسی ضرورت ہے۔

بھولا: مگر اس کے پاؤں بھی تو اس کی بندگی کی طرف ہی جاتے ہیں وہ اللہ کا بندہ بڑی نماز پڑھتا ہے۔

اکبر: ارے بھولے! نماز پڑھنے والوں سے مسجدیں بھری پڑی ہیں۔ کیا وہ سب اللہ کے بندے نہیں ہوتے۔ چور بھی نماز پڑھتے ہیں سمگلر بھی نماز پڑھتے ہیں۔ عدالتوں میں جا کر جھوٹی قسمیں کھانے والے بھی نماز پڑھتے ہیں، بڑے بڑے سازشی اور ہیرا پھیری کرنے والے بھی نماز پڑھتے ہیں۔ تاوان کی خاطر آدمیوں کو اٹھا لے جانے والے بھی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اللہ کے بندے نہیں ہوتے؟ ارے بھولے! "عبداللہ بن ابی" بھی نماز پڑھتا تھا اور مسجد نبوی میں نماز پڑھتا تھا اور امام انبیاء کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا۔ وہ بھی اللہ کا بندہ تھا

نا؟ اور بھولے! تمہیں کیا بتاؤں نماز کی بات کیا ہے سیاسی ضرورت کے طور پر تو ایک تسبیح یا مالا بھی ہر وقت ہاتھ میں رکھنی پڑتی ہے۔ نماز تو صرف مقررہ وقت پر پڑھی جاتی ہے۔

بھولا : تو پھر اس کے پاؤں کو کیسے دیکھوں کہ کدھر جاتے ہیں؟

اکبر : بھولے! ذرا اس "اللہ کے بندے" سے پوچھ اور اگر پوچھ نہیں سکتا تو آنکھیں کھول کے دیکھ کہ اس "اللہ کے بندے" ملک میں اللہ کے دین کی جو رسوائی ہو رہی ہے کیا اسے نظر نہیں آتی؟ اگر نظر آتی ہے تو کیا اس کے ماتھے پر کبھی کوئی شکن آیا؟ یہ ٹی وی اور ریڈیو جو کچھ پیش کر رہا ہے یہ اللہ کے دین کی توہین اور تذلیل نہیں یہ ملکی پریس جو کچھ پیش کر رہا ہے عریانی' فحاشی اور بے حیائی کی "آخری حد نہیں۔"

تو پھر اس کی نماز کس کام کی؟ نماز چھوڑ تہجد بھی پڑھتا رہے دین کی رسوائی سے جو سزا اسے ملنی ہے یہ نماز اسے چھڑا نہیں سکتی۔ بھولے! ایک اور بات سن اس اللہ کے بندے" کے ملک کے ایک صوبے میں اس کا مقرر کیا ہوا ایک گورنر اعلان کرتا ہے کہ تہذیبی گھٹن دور کرنے کے لئے ناچ گانا عام ہونا چاہئے اس اللہ کے بندے نے یہ اعلان سنا اور ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیا۔ کیا اللہ کے بندے ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

بھولا : اکبر! تو تو کوئی بنیاد پرست لگتا ہے۔

اکبر : بھولے! تو نے یہ نیا مسئلہ چھیڑ دیا۔ واقعی ہمارے حکمران تو اعلان کر چکے ہیں کہ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں۔ یعنی ہم اس اسلام کے پیرو ہیں جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔ انہیں ایسا اسلام مبارک کیونکہ یہ سیاسی اسلام ہے اور یہ ان کی سیاسی ضرورت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان ہے وہ لازماً" بنیاد پرست ہے اور جو بنیاد پرست نہیں وہ مسلمان ہی نہیں۔

بھولا : اکبر! تمہارا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا بندہ وہ ہے جو صرف اللہ کی بات مانے اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کی بات مانے۔ ورنہ زندگی کے کسی شعبے میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی بات مانے گا تو اس کا بندہ ہو گا جس کی بات مانے گا اللہ کا بندہ نہیں ہو گا۔

اکبر : ارے بھولے! تو اللہ کا بندہ ہونے کا اور مطلب کیا ہے؟ یہ مردم شماری کے مسلمان کس منہ سے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہہ سکتے ہیں۔ جو روزمرہ زندگی میں سب کی بات مانتے ہیں صرف اللہ کی بات نہیں مانتے۔

بھولا : بات تو سمجھ میں آ گئی مگر حیرت یہ ہے کہ اس نے یہ اعلان جو کیا تو اس کی دلیل کیا ہے کہ واقعی وہ اللہ کا بندہ ہے۔

اکبر : بھولے! سیاست میں دلیلیں نہیں مانگی جاتیں۔ بیان ہر روز دیا جاتا ہے سیاسی آدمیوں سے دلیلیں مانگو تو بات کچھ اس طرح سے بنتی ہے کہ ۔

بظاہر تھا براق راہ عرفان
چودم برداشتم لیڈر برآ

میں تمہیں اس اللہ کے بندے کی نماز کی بات سناؤں ذرا اسی سے پوچھو کہ اے اللہ کے بندے تمہیں وہ وقت یاد ہے جب مارشل لا لگا تھا تیرے شہر کا انچارج ایک آرمی افسر کوئی سچ مچ کا مسلمان تھا جمعہ کے روز اس نے دیکھا کہ یہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی اس نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہاں جمعہ نہیں پڑھایا جا سکتا کیونکہ جمعہ پڑھانے والا منبر یا کرسی پر بیٹھے گا اور وہ اللہ کا بندہ زمین پر بیٹھے گا یہ اس کی توہین ہے اس لئے جمعہ نہیں پڑھایا جاتا۔ چنانچہ وہ آرمی آفیسر جب تک وہاں رہا جمعہ کے روز آرمی سے خطیب لاتا اور وہ جمعہ پڑھاتا۔ بھولے! اب سمجھے ہو اس اللہ کے بندے کی نماز کی حقیقت۔

بھولا : واقعی یہ بات تو درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ کاغذات مال میں مسجد کو کمیں لکھا گیا ہے جس پٹواری سے چاہو پوچھ لو لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کمیں امام ہو اور سردار اس کے سامنے زمین پر بیٹھے اللہ کا بندہ تو ہے مگر سرداری

لازماً" بندگی پر غالب آ جاتی ہے۔
ہائے کون اسے بتائے تو اللہ کا بندہ نہیں بت پندار کا پجاری ہے۔ چھوڑ یہ خدا فریبی ہے خود فریبی۔ اللہ قریبی اور سچ مچ

اللہ کا بندہ بن جا اور ملک کو اسلام دشمنی ' بے دینی ' عریانی فحاشی اور بے حیائی کے طوفان سے نکال کہ پورا ملک اب سرکاری طور پر بدکاری کا اڈہ بن چکا ہے۔

ذکرِ الٰہی کی مجالس منعقد کرنے کا ثواب

—— حدیث ابوہریرہؓ : حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے اور اہلِ ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں پھر اگر انھیں کہیں کچھ لوگ اللہ کا ذکر کرتے مل جاتے ہیں تو وہ اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہیں کہ آجاؤ ! جس چیز کی تمھیں تلاش تھی مل گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : پھر فرشتے اہلِ ذکر کو اپنے پروں سے آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا : پھر ان سے اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے —— حالانکہ وہ خود ان سے زیادہ جانتا ہے —— میرے بندے کیا کہتے ہیں ؟ فرشتے جواب دیتے ہیں : تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیری بڑائی بیان کرتے ہیں، تیری حمد کرتے ہیں اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے : کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے ؟ فرشتے جواب دیتے ہیں : نہیں بخدا ! انھوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا : رب کریم ارشاد فرماتا ہے : اگر انھوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو پھر ان کی کیا کیفیت ہوتی ؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر انھوں نے تجھے دیکھ لیا ہوتا تو یہ تیری عبادت کرنے میں اور تیری بزرگی بیان کرنے میں اور زیادہ شدّت اختیار کرتے اور تیری تسبیح اور زیادہ کرتے۔ باری تعالیٰ پوچھتا ہے : یہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں ؟ فرشتے کہتے ہیں : یہ تجھ سے جنّت کے طلب گار ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے : کیا ان لوگوں نے جنّت کو دیکھا ہے ؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں : نہیں بخدا ! اے رب کریم انھوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ ربِ کریم فرماتا ہے : اگر ان لوگوں نے جنت کو دیکھ لیا ہوتا تو ان کی کیفیت کیا ہوتی ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر کہیں انھوں نے جنّت کو دیکھ لیا ہوتا تو یقیناً انھیں اس کی خواہش کہیں زیادہ ہوتی، زیادہ شدّت سے اس کے طلب گار ہوتے اور ان کو اس کی رغبت اور زیادہ ہوتی۔ باری تعالیٰ دریافت فرماتا ہے : اچھا یہ لوگ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں ؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں : دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ جناب باری تعالیٰ پوچھتے ہیں : کیا انھوں نے جہنم کو دیکھا ہے ؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں : نہیں بخدا ! انھوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔ رب کریم دریافت کرتے ہیں : اگر انھوں نے دوزخ کو دیکھا ہوتا تو ان کی کیا کیفیت ہوتی ؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں : اگر کہیں انھوں نے اسے دیکھ لیا ہوتا تو اس سے اور زیادہ دُور بھاگتے اور کہیں زیادہ ڈرتے۔ ربِ کریم ارشاد فرماتا ہے : اچھا تم سب گواہ رہنا میں نے ان کو بخش دیا۔ آپؐ نے فرمایا : اس وقت ایک فرشتہ عرض کرے گا : ان میں فلاں شخص بھی تھا جو ان ذاکرین میں شامل نہیں ہے بلکہ محض اپنے کسی کام سے وہاں آگیا تھا۔ ربِ کریم فرمائے گا : یہ سب ہم نشین تھے اور ان کے ساتھ اس مجلس میں بیٹھنے والا ایک بھی بدنصیب نہ رہے گا۔

اخرجه البخاری فی کتاب ۸۰ الدعوات : باب ۶۶ فضل ذکر اللّٰہِ عزّ وجل

امریکہ میں بسنے ایک ساتھی کا خط

(جو صرف فون پر حضرت سے بیعت ہوئے)

چند دن پہلے مکرمی علوی صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ حضرت جی کا ذکر خیر ہوا۔ میں نے علوی صاحب کو مبارک دی اور اپنی مجبوری اور بد نصیبی پر ابھی ایک جملہ بھی پورا نہ کرنے پایا تھا کہ آواز بھرا گئی۔ محترم علوی صاحب نے فوراً" میری بات کو کاٹتے ہوئے فرمایا۔ بھائی تم تو روزانہ حج کرتے ہو۔ کوئی تمہارے لئے بدر کی مٹی ہاتھ میں لئے پھرتا ہے۔ یقین کیجئے یہ سن کر بھرائی ہوئی آواز چہک میں بدل گی اور اپنی اس عظیم خوش نصیبی پر آنکھوں نے خوشی کے آنسوؤں سے نہا لیا کہ

کہاں میں اور کہاں نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

میرا اب مسجد میں کوئی مہینہ میں ایک دو بار ہی جانا ہوتا ہے۔ وہاں سب سے زیادہ آپ کی کمی محسوس کرنے والے طفیل چوہدری ہیں ان کا کہنا تھا کہ دیکھو ایک شخص سے کتنا فرق پڑتا ہے۔ ڈاکٹر چیمہ کے دم سے رونقیں تھیں۔ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب تر لا رہے تھے۔ میں نے جواباً" عرض کیا ایک دوسرے کے ہی قریب نہیں انہوں نے تو مجھ جیسوں کو اللہ کے بھی قریب کر دیا۔ یقین جانئے یہ حقیقت ہے کیونکہ یہ جگ بیتی نہیں ہڈ بیتی ہے۔

میں تو کہوں گا کہ

صد سالہ دور چرخ تھا ساغر کا ایک دور
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

یقین کیجئے جو کچھ رقم کر رہا ہوں حقیقت ہے لفاظی نہیں۔ مجھے تو اب مجالس میں کچھ بھی کشش نظر نہیں آتی۔ اس کی ایک وجہ تو سیدھی سادھی طے ہے کہ ان مجالس میں اب عام طور پر ۔ "پیر حرم کو دیکھا ہے میں نے۔ کردار بے سوز گفتار واہی۔" یعنی دنیا جہان کی گپیں لگتی ہیں۔ حرام کاروبار نہ صرف زیر بحث آتے ہیں (جیسے سور اور شراب) بلکہ ان کو جائز ثابت کرنے کے لئے دلائل دیئے جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ ابھی جو میں لکھنے لگا ہوں وہ غیبت کے زمرے میں نہ آئے۔ کوئی دو مہینہ پہلے کی بات ہے مجھے ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مدعوعین زیادہ تر تبلیغی حضرات تھے۔ مذہبی مسائل پر بحث چل رہی تھی تو ایک صاحب نے بڑا صحیح اور چبھتا ہوا سوال کیا کہ سود کا کاروبار کرنا حلال ہے یا حرام اور مزید یہ کہ جو سود کے متعلقہ کاروبار کرتے ہیں اگر وہ اپنا پیسہ دینی اور فلاحی کاموں کے لئے خاص طور مسجد کو دیں تو کیا وہ قبول کر لینا چاہیئے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایسے سیدھے سے سوال کا جواب ایسے دیا گیا کہ الٹا ذہنوں میں مزید شکوک ابھرے۔ جواب میں پہل کرنے والے وہی صاحب تھے جنھوں نے ذبیحہ

رپورٹ سے بھی نام نکلوا لیا تھا۔ گویا ہوئے کہ سود سے زیادہ شراب بری ہے۔ میرے قریب بیٹھے تھے مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ جناب سوال یہ نہیں کہ کون سا گناہ کبیرہ ہے اور کون سا صغیرہ۔ سوال بڑا صاف ہے اور اس کا نہایت آسان اور مختصر جواب میری نظر میں یہ ہے کہ ایسا کاروبار کرنا حرام' وہاں ملازمت کرنا حرام ہے اور حرام کی کمائی اللہ تعالیٰ رد فرماتے ہیں للذا مسجد میں نہیں لگ سکتی۔ اصل میں اس مجلس میں "یزا بولی" کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جس وجہ سے شاید موصوف صحیح جواب نہیں دے پا رہے تھے۔ اور یہ میری نظر میں سراسر دعوت حق کے خلاف ہے کہ آپ کلمہ حق کہنے میں جھجکیں۔ اس کے بعد میں نے مجالس میں جانا چھوڑ دیا بلکہ یوں کہئے کہ اب مجھے بلاتے بھی کم ہی ہیں میں نے گھر پر ہی اب انتظام کر رکھا ہے ایک دو فیملی بلا لیتا ہوں اور بیٹھ کر ذکر کر لیتے ہیں کیونکہ مجھے تو سچ بات ہے۔

ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہئے
چشم باطن جس سے کھل جائے وہ جلوا چاہئے

میرے محترم اپنا باطن نہ ابھی تک صاف ہوا ہے نہ تندرست۔ پاکستان واپس جانے کو جی چاہتا ہے تو سوچ آتی ہے کہ معذور بچوں کو سکول کیسے بھیجو گے۔ سکول تک کیسے جائیں گے۔ اپنی ویل چیئرز کیسے اور کہاں استعمال کریں گے۔ پھر ارادہ کرتا ہوں کہ اچھا اب کے سال کچھ پس پشت ڈال کر پاکستان کے لئے ایک ویگن خریدتا ہوں۔ ان بچوں کے لئے لیکن پھر دوسرے دنیاوی مسائل آڑے آ جاتے ہیں۔ مجھے یہ اچھی طرح خبر ہے کہ اب جو برائیاں یہاں کی ہلکی نظر آ رہی ہیں وقت گزرنے کے ساتھ اتنی بھی نظر نہیں آئیں گی بلکہ کوئی برائی محسوس ہی نہ ہو گی جس سے بات کرتا ہوں وہ اس معاشرہ سے نہ صرف مطمئن نظر آتا ہے بلکہ مجھے بھی رائے دی جاتی ہے کہ خود کو اور بچوں کو سمجھا کے رکھو تو پھر کیا پرواہ ہے۔ لیکن یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ کیسے بچاؤں کیسے سمجھاؤں ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہ ہم پر اثر انداز ضرور ہو رہا ہوتا ہے اور پھر مسلمانی صرف کلمہ توحید' عبادت اور ذکر کا نام ہی نہیں بلکہ سنت نبوی کو اپنے اوپر مکمل لاگو کرنے کا نام مسلمانی ہے۔ اور یہ اس دارا لکفر میں ناممکن ہے۔ سود سے کیسے بھاگیں۔ قرض حسنہ کس سے لیں۔ زکوۃ کا حساب کس پر کریں کاریں قرض پر گھر قرض پر۔ اوڑھنا بچھونا قرض کا (پلاسٹک منی) کریڈٹ کارڈز قرض سود در سود کے ساتھ ہی تو ہے۔ اولاد کی پرورش کن بنیادوں پر کریں۔ تعلیم کے لئے کس سکول بھجوائیں۔ سڑکوں اور گلیوں میں ہونے والی بے راہ روی سے ان کی آنکھیں کیسے بند کریں۔ اس مادر پدر آزادی کے خلاف جن کو انہوں نے (Freedam) آزادی کا نام دے رکھا ہے کون سا عملی بند باندھیں۔ حرام حلال کی نگہداشت کدھر کدھر اور کب تک کریں اور ڈھیر سارے مسائل ہیں جن کا یہاں کوئی حل نہیں۔ میں تو بس یہی سوچ کر بکھرے جا رہا ہوں اور یہ سب کچھ رات کے سناٹے میں زیادہ پریشان کرتا ہے اور پھر حالت یہ ہوتی ہے کہ

دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں
عزلت شب میں میرے اشک ٹپک جاتے ہیں

لیکن اگلے دن ہی رات کے یہ مگرمچھ کے آنسو معلوم ہونے لگتے ہیں۔ کہ پھر وہی دوڑ دھوپ وہی دنیا داری کئی دفعہ تو میرے منہ سے یہ جانتے ہوئے بھی کہ

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

شکوہ نکل جاتا ہے کہ اے اللہ میری زندگی میں آنے والی اس تبدیلی کی جزا مجھے اس جہان میں بھی دے دے۔ آپ سوچتے ہوں گے کیسا انسان ہے اللہ سے گلہ کرنے کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے. تو برادر عزیز اللہ اس لئے کہ اللہ مسبب الاسباب ہے شاید آپ کو ہی میرے ادھر سے نکلنے کا سبب بنا دے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اس قابل تو نہیں لیکن اس کی رحمت بھی تو بیکراں ہے شاید مجھے اپنے گھر بلا

لے میں تو اس کے سوہنے شہر کی گلیوں اور کوچوں کی صفائی اپنی پلکوں سے کرنے کو بھی سعادت سمجھتا ہوں۔

برادر محترم آپ ان کے قریب ہیں خدا کے لئے ان سے عرض کرنا کہ ایک بدکار گنہگار لیکن محتاج آپ کے امتی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہے اور اسی ناطے آپ سے رحمت کی بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ تو رحمت اللعالمین ہیں۔ امتی اور غیر امتی سب کے لئے رحمت ہیں اس محتاج کو بھی بھیک دے دیجئے اگر روضہ مبارک کے لئے یہ شخص قابل نہیں تو اپنے شہر کی ہی کوئی خدمت سونپ دیجئے۔ مزید ان کی خدمت میں میری طرف سے قسم اٹھا کر میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ قسم اٹھا کر عرض کرنا کہ اس ناچیز نے کچھ یوں عرض کی ہے کہ

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

اللہ حافظ

تابعدار بھائی

عبدالرؤف راٹھور

صفحہ نمبر ۴۳ سے آگے

نہیں اسلام پر عمل نہیں کریں گے ایک ایک عمل پر کاربند ہونا ہماری ضرورت ہے اور فرمایا ایک اور بات بھی سن لو جس رب نے یہ نظام دیا ہے وہ خود سنتا ہے جو تم کہتے ہو اور سب سے قریب ہے تمہارے قریب تم خود اتنے اپنے قریب نہیں ہو جتنا وہ تمہاری ذات کے قریب ہے تم اپنے بارے میں وہ نہیں جانتے جو وہ جانتا ہے اللہ کریم ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ احسان سمجھنے جاننے کا شعور عطا فرمائے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

ولایت اولیاء کے منازل طے کرنے کے لئے چند شرائط

۱۔ شیخ کامل و اکمل اور صاحب تصرف ہو جو توجہ دے کر سالک کو اس راہ پر چلاتا جائے مگر اس کے لئے کافی عرصہ تک دوام صحبت شیخ لازمی ہے' گاہے گاہے توجہ اور صحبت شیخ سے تو ولایت، صغریٰ کے منازل طے ہونے سے رہے۔

۲۔ کسی کامل کی روح سے رابطہ پیدا ہو جائے لیکن یہ مبتدی کا کام نہیں۔ البتہ بعض منازل طے ہونے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کامل کے مزار پر جا کر اس کی روح سے رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے اس کے لئے بھی مسلسل کافی عرصہ تک محنت کرنے کی ضرورت ہے جس طرح زندہ شیخ کی صورت میں مسلسل توجہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ قبر پر جانے کی بجائے روحانی طور پر رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے۔

نوٹ۔ فیض سے مراد وہ روحانی تربیت ہے جو اہل اللہ سے حاصل کی جاتی ہے' جہلا والا فیض نہیں کہ قبروں کا طواف کرتے رہیں' قبروں پر سجدے کرتے رہیں یا ندا غائبانہ کرتے رہیں اور انہیں حاجت اور مشکل کشائی سمجھتے رہیں۔

۴۔ شیخ زبردست جذبے کا مالک ہو مقناطیسی قوت رکھتا ہو' اس کے انوار میں اتنی طاقت ہو کہ سالک کی روح کو اپنے انوار کے ذریعے کھینچ کر لے جائے اور توجہ غیبی سے روحانی طور پر سالک کی تربیت کر سکے۔

۵۔ سالک اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان نسبت پید ہو جائے جس کی وجہ سے سالک کو اس طرح فیض ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو براہ راست فیض ملتا ہے فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا مگر ولی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ ہو گا۔ یعنی اسے یہ فیض بواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقے فیض حاصل کرے گا۔

(دلائل السلوک)

اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو

مولانا محمد اکرم اعوان

دین برحق نے نتائج کو اعمال سے وابستہ فرمایا ہے اور ادیان باطلہ میں اور دین حقہ میں بنیادی فرق ہی یہ ہے جس قدر بھی مذاہب باطلہ وجود میں آئے ان سب میں ثمرات کو لوگوں کے نظریات کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے فلاں دیوتا کو مان لو تو وہ تمہیں دولت دے دے گا فلاں دیوی کو مان لو تو وہ تمہیں اولاد دے دے گی فلاں دیوتا مرض سے شفا دے دیتا ہے بس اس سے عقیدت کا اظہار کرو اسے مان لو لیکن اسلام نے ماننے کی شرط اور ماننے کی پہچان بھی عمل کو قرار دیا ہے۔ ائمہ فقہ ایمان عمل ہی کا نام قرار دیتے ہیں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جو ائمہ حدیث میں سے ہیں ان کا مسلک ہی یہ ہے کہ ایمان کردار کا نام ہے دعوے کا نہیں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں یہ دعویٰ بھی تو ایک عمل ہے مختصر سہی چھوٹا سہی لیکن میرے خیال میں یہ ہم جیسے لوگوں کے لئے انہوں نے ایک آسانی تلاش کی ہے بات وہیں پہنچتی ہے ان کی بھی کہ ایمان عمل ہی کا نام ہے اگرچہ اس کہنے کو پھر وہ عمل کا جزو بناتے ہیں قرآن حکیم نے یہاں اس بات کی وضاحت ان آیات مبارکہ میں فرمائی ہے کہ فکر جہاں کرنے سے پہلے اپنی ذات کی جانچ ضرور کرنا چاہئے ہر آدمی خود کو بڑا فاضل اور دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے ہر آدمی خود کو حق پر اور دوسروں کو جو کچھ کر رہے ہیں انہیں روکنے کی کوشش کرتا ہے آدمی خود کو دانا و بینا اور دوسروں کو نادان سمجھتا ہے یہ مرض ہر بندے میں ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی زیادہ اونچی جگہ بیٹھا ہے تو اس میں مرض بھی زیادہ ہو گا کس کی زیادہ لوگ سنتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو زیادہ معتبر سمجھتا ہو گا لیکن جس کی کوئی بھی نہیں سنتا اس کے ذہن میں بھی یہ ہوتا ہے کہ جو میں سوچتا ہوں یہ صحیح ہے اور جو دوسرے سوچ رہے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اسلام اس کا ایک معیار عطا کرتا ہے۔

سب سے پہلا معیار تو یہ ہے کہ فرمایا **تلک ایات القران و کتاب مبین** یہ قرآن اور اس کی آیات یہ کوئی غلط فہمی باقی نہیں چھوڑتے کتاب مبین ہر بات کو بالوضاحت ارشاد فرما دیتی ہے اور کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی آدمی قرآن کو اس نگاہ سے پڑھے کہ اپنے لئے حدود و قیود کا اندازہ کرتا جائے کیا اس چوکھٹے میں میں فٹ ہو رہا ہوں یا نہیں تو کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے گذارش کی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارے کچھ ارشاد فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات مبارکہ کیا تھیں کچھ سنایئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا **کان خلقہ القران**۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ مرہ کے معمولات جاننا چاہتے ہو تو قرآن پڑھو جو کچھ قرآن کہتا ہے کرنے کے لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا کرتے تھے جس کام سے روک دیتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نہیں کیا کرتے تھے تو یہ ایتہ مبارکہ یہی بتا رہی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ معیار ہے کسی بھی انسان کی راست بازی کا نیکی کا ورع و تقوی کا حق پر ہونے کا اس کے صحیح ہونے کا معیار ہے یہ قرآن اور اس کی ایات اس لئے کہ یہ اول و آخر ہدایت ہے اس کا ہر حکم ہر امر ہر نہی اس کا حاصل ہدایت ہے اور پھر وہ ہدایت جو منزل پر پہنچنے کی نوید بھی دیتی ہے ایک ہوتا ہے کہ آپ ایک راستہ بتاتے ہیں وہ اندازے سے بتاتے ہیں کہ جناب اس سڑک پر ہو جایئے امید ہے کہ یہ سڑک فلاں شہر میں ہی پہنچتی ہو گی یہ راستہ اختیار کر لیجئے اور امید غالب ہے کہ آپ کو منزل پر پہنچائے فرمایا قرآن ایسا راستہ نہیں بتاتا۔ قرآن منزل کی نوید سناتا ہے کہ اس راستے پر جم جاؤ اس سے مت ہٹو اور تم یقین کر لو کہ تم اپنی منزل پر پہنچ چکے۔

ھدی و بشری۔ یعنی قرآن ایسی رہنمائی کرتا ہے کہ اگر وہ راستہ اختیار کیاجائے تو وہ یقین دلا دیتا ہے کہ تم نے اپنی منزل پا لی تم نے قرب الٰہی پا لیا تم جنت کے مستحق ہو گئے تمہاری نجات ہو گئی تمہاری مصیبتیں ٹل گئیں تم پریشانیوں سے بچ گئے اور تمہیں اللہ کی بارگاہ میں سرخروئی نصیب ہو گئی اس کی سند وہ ساتھ عطا کرتا ہے وہ راستہ بتاتا ہے جس میں کسی غلط فہمی کا کوئی شائبہ نہیں۔ لیکن یہ بات نصیب انہی کو ہوتی ہے جو قرآن کو مانتے ہیں۔ **للمومنین**۔ یہ ماننے والے کون ہیں سب کہتے ہیں مانتے ہیں جتنے مسلمان کہلاتے ہیں وہ سب کہتے ہیں مانتے ہیں فرمایا نہیں کہنے کی بات نہیں ہے یہ ماننا کرنے کی بات کی۔ یعنی قرآن کے معیار کے مطابق ماننے والے کون ہیں فرمایا۔

الذین یقیمون الصلوۃ۔ وہ لوگ جو فرائض کو عبادات کو فرض کی طرح ادا کرتے ہیں یعنی وہ فرصت کا مشغلہ نہیں بناتے نماز کا وقت ہو گیا آج فرصت نہیں تھی صبح نہیں پڑھی صبح فرصت نہیں تھی شام کی نماز قضا ہو گئی مہمان آ گئے کل دوستوں سے کھیل میں لگ گئے اور دو نمازیں رہ گئیں ظہر عصر نہیں پڑھی فٹ بال دیکھنے چلے گئے گھوڑوں کی ریس تھی اس میں بیٹھے رہے اگر کسی نے فرائض کو اس طرح سے ہلکا سمجھا ہے تو قرآن اسے اس کے دعوے پر یقین نہیں کرتا کہ جو فرائض کو اتنا ہلکا سمجھتا ہے وہ خود کو مسلمان کہتا ہے تو اس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے بلکہ مومن وہی ہے **الذین یقیمون الصلوۃ**۔ جو قیام صلوۃ کا سبب بنتا ہے اور قیام صلوۃ میں بہت سی چیزیں شامل ہیں نماز کا اہتمام نماز کے لئے اوقات اول وقت میں پڑھنا باجماعت پڑھنے کا اہتمام وضو کے اس سارے فرائض سنن واجبات کا دھیان رکھتے ہوئے وضو اہتمام سے کرنا تسلی سے اعتبار سے اعتماد سے پڑھنا ان سب باتوں کے علاوہ ایک بڑی بات اقامت صلوۃ کی یہ ہے کہ صلوۃ کی اقامت کا سبب بنے یعنی اس کے طفیل کئی اور لوگ صلوۃ پڑھنا شروع کریں اصل بات یہ ہے کہ ایسا نمازی جو دوسروں کو بھی نماز پڑھنے پہ راغب کر لے یہ حقیقتاً" اقامت صلوۃ ہے ورنہ اس طرح کی نمازیں کہ دوسرے ملیں تو اپنی بھی رہ جائیں ان پہ اسلام اعتبار نہیں کرتا قران اس پہ اعتبار نہیں کرتا وہ کہتا ہے اس نے تو ایک مشغلہ بنا رکھا ہے فارغ ہوئے تو کرلیا نہ ہوئے تو نہ سہی اس کا مطلب ہے اس کا یقین اس درجے کا نہیں ہے اس کے ساتھ جس درجے کا ہونا چاہئے۔

ویوتون الزکوۃ۔ مالی قربانی جوہے اس میں بھی دریغ نہیں کرتے زکوۃ فرض ہے وہ ضرور دیتے ہیں اور زکوۃ کا حاصل یا اسی کا فلسفہ یہ ہے کہ دولت دنیا اللہ کی ذات اور اس کے حکم سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے بڑی جان جوکھوں سے کمایا ہوا پیسہ بڑی محنت ومشقت سے کمایا ہوا پیسہ مزدوری کر کے جمع کیا ہوا پیسہ اس پر اگر زکوۃ فرض ہو جائے تو وہ زکوۃ فکر کر کے ادا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا زکوۃ کون

ادا کرے گا یہاں تو لوگ سود کھاتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں سود کھاتے ہیں حج کرتے ہیں سود کھاتے ہیں مسلمان کہلواتے ہیں تو قرآن حکیم کا جو تصور مسلمان کا ہے اس میں وہ فٹ نہیں بیٹھتے ہماری کیا حیثیت ہے کسی کو کہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہے یہ معاملہ بندے کا اور بندے کے رب کا ہے ہمارا نہیں ہم تو وہ بات کر رہے ہیں جس کے سامنے اپنی ذات کو بھی ہم نے کھڑا کیا ہوا ہے ہم بھی اگر اس میں فٹ آئیں گے تو بات بنے گی نہیں آئیں گے تو یہ پیری فقیری کے دعوے کام نہیں آئیں گے' یہ عمامے یہ قبائیں یہ عصا یہ تسبیحات یہ لمبے لمبے چغے یہ سب عارضی اور دنیاوی اور وقتی باتیں ہیں ان کا کوئی نتیجہ نہیں ہو گا نتیجہ انہی کیفیات کا ہے جو ہمارے قلب میں ہمارے باطن میں ہمارے ضمیر میں ہیں اور جو ہمارے کردار کو متاثر کر رہی ہیں وہ عمل جو ہم سے صادر ہو گا وہ سبب بنے گا نتائج کا۔ نتائج اسی پہ مرتب ہوں گے تو مال کی محبت میں اس حد تک نہیں چلا جاتا کہ جسے اللہ نے حرام کہا ہے اسے لینے میں دریغ نہیں کرتا اور جہاں رب نے دینے کا حکم دیا ہے وہاں دیتا نہیں بلکہ **یوتون الزکوۃ** اور اس سب کو آخرت کے لئے کرتے ہیں۔

بالاخرۃ ھم یوقنون۔ انہیں یقین ہے قیام قیامت پر وہ اگر زکوۃ دیتے ہیں تو اس یقین کے ساتھ کہ کل میدان حشر میں حساب دینا ہے اگر عبادت کرتے ہیں اقامت صلوۃ کا اہتمام کرتے ہیں تو اس یقین کے ساتھ کہ کل میدان حشر میں کھڑا ہونا ہے اس لئے نہیں کہ لوگ مجھے پارسا کہیں دکھاوے کی نمازیں نہیں پڑھتے اسلئے نہیں کہ لوگوں میں میری بڑی شہرت ہو اور ناموری ہو اس کے لئے پیسے خرچ نہیں کرتے بلکہ یہ سارا کام آخرت کے یقین پر اور اس اعتماد پر کرتے ہیں کہ کل مجھے اللہ کریم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

اور یہاں حال یہ ہے آج ہمارا جو حال ہے وہ یہ ہے کہ ہم دنیوی قانون سے ملکی قانون سے دنیوی حاکموں کی نظر سے جب بچ سکتے ہوں تو کوئی بھی جرم کرنے سے دریغ نہیں کرتے یہ جو شہروں میں قتل وغارت ہوتی ہے یہ جو لوگوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں یہ جو لوگوں کو اجتماعی طور پر قتل کیا جا رہا ہے تو کیا یہ قتل کرنے والے مسلمان نہیں کہلا رہے یہ جو دوسروں کی تباہی کا سبب بن رہے ہیں کہنے کو تو ان کا دعوی بھی ہے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ان کا یہ عمل کیا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں آخرت پر یقین نہیں ہے اگر انہیں یقین ہے کہ کل اللہ کے حضور کھڑے ہو کر جواب دینا ہے۔ تو اس یقین کے ساتھ یہ گناہ کرنے کی جرات نہ کرتے پھر چھپ کر بھی نہ کرتے۔ دنیا کی حکومت سے کیا ڈر تھا دنیوی حکومت کو تو مانتے ہیں اس کے اختیارات کو مانتے ہیں پولیس کی طاقت سے ڈرتے ہیں اس لئے دنیا کے حاکموں سے چھپ کر کرتے ہیں اللہ کی قدرت کاملہ پر یقین نہیں ہے آخرت کا یقین نہیں ہے اس لئے کہ اگر آخرت پر یقین ہو اس کی قدرت کاملہ پر یقین ہو تو اس سے چھپ سکنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا پھر یہ جرائم چھوڑنا پڑتے ہیں چھپنے کا گوشہ نہیں ملتا اور یہ چیز دیکھنی چاہئے اپنے اپنے کردار میں یہ ضروری نہیں کہ ہر بندہ قتل ہی کرے ہر بندے کی اپنی ایک حد ہے جہاں تک اس کی پہنچ ہے اس اپنی سوچ کے اندر جو کچھ وہ کرتا ہے کیا وہ کام آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہوئے اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے کرتا ہے یا اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے اور کرتا ہے تو فرمایا پہلے خود کو جانچو اپنے کردار کو اپنی سوچ کو اپنے افکار کو جانچو اگر تم پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس فریم میں جو کتاب اللہ دیتی ہے اس میں تم فٹ ہوتے ہو تو پھر فکر جہاں بھی ضرور کروچونکہ اسلام انسانیت کا مذہب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے لئے رسول ہیں۔

یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اولاد آدم کے لئے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کے امین بن کر انہیں دوسروں تک پہنچاؤ۔ لیکن یاد رکھو خطا ہو جاتی

ہے انسان سے غلطی ہو سکتی ہے گناہ ہو سکتا ہے اور گناہگار سے بھی اللہ دین کی خدمت لے لیتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے **یوید اللہ ھذہ الدین برجل فاجر او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کہ بعض اوقات اللہ کریم گنہگاروں سے بھی دین کی خدمت لے لیتا ہے لیکن اگر عقائد درست نہ ہوں بدعقیدہ بندہ دین کی خدمت نہیں کر سکتا یعنی عملاً" اگر کوئی خطا کار ہے عملاً" گنہگار ہے تو ہو سکتا ہے اسے اللہ توفیق دے دے کہ وہ بھلائی کا کام کر جائے لیکن اگر اس کے عقیدے اور نظریئے میں فتور ہے یقین میں کمی ہے عظمت الٰہی پہ اعتماد نہیں ہے رسالت پناہ کے ارشادات پہ وہ یقین نہیں ہے قیامت کے قیام پر اسے وہ اعتبار نہیں ہے تو اس سے بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی اسے توفیق ارزاں نہیں ہوتی اس کی استعداد اس طرح مسخ ہو جاتی ہے کہ فرمایا **ان الذین لا یومنون بالاخرۃ۔** جن لوگوں کو آخرت کا یقین نصیب نہیں ہوتا **زینا لھم اعمالھم۔** انہیں گنا بھلے لگنے لگتے ہیں وہ گناہوں پہ فخر کرتے ہیں وہ گناہوں پہ اکڑا کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو جو مقابلہ ہوا کرتا تھا اہل عرب میں وہ گناہوں کا ہوتا تھا اپنے باپ دادا کے اپنے قبیلے کے اپنی قوم کے ڈاکے شمار کرتے کہ میں نے اتنے قتل کئے اتنے لوگوں کے سر کاٹ لئے ہم نے اتنے ڈاکے ڈالے اسے نظم کر کے وہ اپنی اپنی قوم کی طرف سے پڑھا کرتے تھے اس پہ فخر کرتے تھے کہ ہم اتنے دلیر ہیں اتنے بہادر ہیں یعنی گناہ پر فخر کرنا ایمان سے خالی ہونے کی دلیل ہے رب کریم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی دلیل تو یہ ہے اقامت صلوۃ ادائے زکوۃ لیکن ایمان سے خالی ہونے کی کیا دلیل ہے فرمایا جو لوگ گناہ پر فخر کریں۔ **زینا لھم اعمالھم۔** ہم گناہ ان کو بھلا کر کے دکھاتے ہیں انہیں سمجھ یہ آتی ہے میں نے بڑا اچھا کیا اس پہ وہ فخر کرتے ہیں انہیں فخر ہوتا ہے اپنے بدکار ہونے پر اپنے جواری ہونے پر اپنے شرابی ہونے پر اور اپنے فاسق و فاجر ہونے پر۔

فھم یعمھون۔ وہ زندگی بھر اسی گناہ کی دلدل میں پھنسے رہتے ہیں تو یہ معیار دے دیا کتاب اللہ نے کہ محض نام کا مسلمان نہیں اللہ کو کردار کا مسلمان پسند ہے اور اگر کردار دین کے خلاف ہے اور اس پہ شرمندگی اور ندامت ہے تو پھر اسے واپسی کا راستہ مل جاتا ہے توبہ کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ احکام الٰہی پر عمل نہ کرنے پر فخر بھی کرتا ہے گناہ کرنے کو بہادری سمجھتا ہے برائی پر اسے بڑا فخر ہے اور وہ فخریہ اپنے کو بڑا جوانمرد سمجھتا ہے تو فرمایا ایسے لوگوں کو سزا یہ دی جاتی ہے کہ وہ زندگی کے قیمتی لمحات اسی گناہ کی آگ میں ضائع کر بیٹھتے ہیں اور جب اللہ کے حضور پہنچتے ہیں تو خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔

تو میرے بھائی ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ ہم اپنی ذات کا محاسبہ کرتے رہا کریں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حساب کیا کر اس سے پہلے کہ تجھ سے حساب لیا جائے یعنی سارے حساب کو محض آخرت پر نہ چھوڑو اپنا محاسبہ خود بھی کیا کرو تا کہ کہیں کوئی خطا ہوئی ہے تو اس کی تلافی کی جا سکے توبہ کی جا سکے اللہ سے معافی مانگی جا سکے۔ آئندہ کے لئے اس سے بچنے کی تدبیر کی جا سکے اور خود محض پارسا سمجھ لینا نرے دعوے پہ بیٹھ رہنا یہ عقلمندی کی دلیل نہیں ہے اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

دعائے مغفرت

کراچی نیوی کے ساتھی محبوب عالم چیف (ای آر اے) کی والدہ ماجدہ اور سلسلہ کی ساتھی رضائے الٰہی سے فوت ہو گئی ہیں احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

رسول اللہ کا لایا ہُوا

انقلاب رحمت

طلحہ اویسی

نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صاحب لولاک کی بعثت سے قبل گلشن کائنات پر خزاں کا دور دورہ تھا۔ مشرق و مغرب میں حق و صداقت کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی تھی۔ روح انسانیت ضلالت و گمراہی کے ہلاکت خیز طوفانوں میں غوطہ زن تھی۔ امن و امان و چین و اطمینان کا فقدان تھا۔ اور ظلم و سفاکیت کا بازار گرم تھا۔ دنیا میں جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خداوند لایزال کی رحمت دنیا سے اٹھ گئی تھی۔ بندے اپنے معبود حقیقی کو بھول چکے تھے۔ مخلوق میں کوئی ایسا نہ تھا جو اپنے خالق کو ڈھونڈے۔ کوئی ایسا قدم نہ تھا جو اس کی طرف دوڑے۔ کوئی ان آنکھ نہ تھی جو اس کے لئے اشکبار ہو۔ کوئی ایسا دل نہ تھا جو اس کے لئے مضطرب ہو۔ کوئی ایسی روح نہ تھی جو اس سے پیار کرے۔ الغرض ہر انسان کا ضمیر مرجھا چکا تھا۔ فطرت کا حسن حقیقی عصیان عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا۔ اوہام پرستی اور خود غرضی کے جوش سے اختلافات نزاعات اور مناقشات کے دریا امڈ آئے تھے جن کے طوفان عظیم سے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بنائے ملت تک بہہ چکی، جب کہ کفر کی دنیا میں صف ماتم بچھ گئی۔ بہت سرنگوں ہو گئے اور اصنام کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ تو اس طوفان بدتمیزی کو تھامنے اور دنیا کی بدترین حالت کو بہترین بنانے کے لئے خالق ارض و سما نے اپنے مقرب اور برگزیدہ بندے کو جس شہر میں پیدا کرنا چاہا۔ وہ اگرچہ اس وقت کا منبع جہالت، یعنی عرب کا مرکزی مقام تھا۔ یہاں خدا کا پہلا گھر تھا۔ تو رب کائنات نے اس برکت سے اس فضیلت والے شہر میں مصلح اعظم کو مبعوث فرمایا۔ یہ وہ وقت تھا جب کائنات کا ذرہ ذرہ تشنہ رشد و ہدایت تھا۔

اس مصلح اعظم، رہبر انسانیت نے راہ حق سے بھٹکے ہوؤں کو تاریخ انسانیت کا امام بنا دیا۔ توحید کا غلغلہ اٹھا چمنستان سعادت میں بہار آ گئی۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاق انسانیت کا آئینہ پر تو قدس سے چمک اٹھا اور ریگستان عرب کے بکھرے ہوئے قبائل سالہا سال کی دشمنی بھلا کر اخوت و محبت کی تابندہ مثال بن گئے اور بت پرستی کو چھوڑ کر خدا کے برگزیدہ بندے اور صلح و سلامتی کے پیامبر بن گئے۔ شراب نوشی کی دلدادہ قوم نے اسے ہاتھ لگانا چھوڑ دیا۔

یہ وہ انقلاب آفریں یوم جلیل ہے جبکہ بدی نے سچائی کا، ظلم نے رحم کا، تمرد سرکشی نے امن و سلامتی کا۔ زبوں حالی نے عروج اور بلندی کا، ذات پات کے امتیاز نے مساوات و اخوت کا، انفرادیت نے اجتماعیت کا، اجتماعیت نے انسانیت کا، سرمایہ داری نے غربت نوازی کا۔ بداعمالی نے حسن اتفاق کا، دہریت نے خدا پرستی کا، شرک نے توحید کا پیکر بدلا۔ نظام انسانی درہم اور حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہاتھ میں ایسی شمع لے کر اٹھے۔ جس کے نور نے تاریکیوں کی جھرمٹ کو چاک چاک کر دیا۔ یہ توحید کی مبارک شمع تھی اور دوسرے دست مبارک میں ایک جھنڈا تھا۔ انسانیت اور نجات کا۔ امن کا اور سکون تھا۔ انسان کی حقیقی مسرت اور دنیا کی حقیقی مادی اور روحانی خوشحالی کا۔ انسانی نجات کا ایک ابدی عالمگیر مشن کا اس شمع کی روشنی میں آپ نے انسان کو اس جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دی۔ جن کے نفوس بہت پاکیزہ تھے۔ وہ اس نور معرفت کو دیکھتے ہی فوراً" فروزاں ہو گئے۔ اور جو ذرا کمزور تھے۔ وہ بھی ضمیر کی بیداری کے بعد بے تابانہ آئے اور اپنے رسول عربی کے لاہوتی ہمقاق سے ایسے چمٹے کہ مکی زندگی کے آغاز میں ظالم کفاران قریش و بنو ہاشم کے سرداروں ابولہب اور ابوجہل کے عقوبت زاروں کو بہشت سمجھا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی نے راہ اسلام میں پہلی شہادت کا مقام رفیع پایا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے دردناک اذیتیں برداشت کیں مگر دامان رحمت سے جدا نہ ہوئے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کوئی قصہ کہانی نہیں ہے وہ محض ایک فرد کی داستان بھی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ فی الحقیقت ایک ایسے عظیم اور پاکیزہ انقلاب کی کہانی ہے۔ جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ اس انقلاب کی روداد کا مرکزی خیال کردار خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہے۔ باقی کے تمام کردار خواہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں' یا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا سید الشہداء جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی طرح دوسرے محاذ پر ابوجہل ہو یا ابولہب' عبداللہ بن ابی ہو یا کعب بن اشرف۔ خواتین میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں یا جناب ام المساکین اور ان کے مقابل میں زوجہ ابولہب ہو یا ہندہ جگر خوار۔ یہ سب کے سب مرکزی کردار کے یا تو معاون ہیں۔ یا مخالف ان مختلف کرداروں کے تعاون اور کشمکش کے نتیجے میں تاریخ کا وہ سنہرا باب لکھا گیا جس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک رچی بسی ہوئی ہے۔ اور مہاجرین و انصار اس کا انعکاس دکھائی دیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اس کشمکش سے الگ کر کے سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلق عظیم سے ان پر ایسا اثر کیا کہ ان کی غیر متمدن زندگی اسلامی انقلاب کا سیل رواں ہو کر تمام دنیا پر چھا گئی۔ ان کا اتحاد' ان کے مکارم اخلاق' ان کا عزم صادق' ان کا خلوص' ان کی قوت برداشت' ان کا اعلان کلمتہ الحق کے لئے زمین کے چپہ چپہ پر گھومنا' ان کا غریبوں کی حمایت میں آواز بلند کرنا اور حق پرستی کے لئے ایسی طاقتوں سے ٹکرانا اور ان کو پاش پاش کر دینا جو روپیہ' دولت' تہذیب' سیہ گری' سامان حرب' کثرت افواج اور عظیم الشان حکومت و سلطنت کے وسائل میں مسلمانوں کی قوت سے بدرجہا زائد تھیں۔ مگر دنیا نے دیکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے عظیم معجزہ' تاریخ انسانی کا حیرت انگیز باب کہ انہی معمولی عربوں نے کل کے انہی غلاموں' وحشیوں اور بدشعار نے انہی کل کے کمزوروں اور ناتوانوں نے توحید کی توانائی کے بعد دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تہلکہ مچا کر رکھ دیا۔ اور پھر انہی کا پرچم کس طرح مشرق و مغرب کی فضاؤں میں لہراتا رہا۔

مدنی دور میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "بخدا وہ وقت

قریب آ رہا ہے جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا خوف ڈر نہ ہو گا۔" ان کلمات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اخوت و مساوات' عدل و انصاف اور امن و سلامتی کے ایسے نظام کا نقشہ تھا جس میں کمزور اور تنہا فرد بھی ہر ضرر اور ظلم سے محفوظ ہو گا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انقلابی کلمے کے بیج سے نظام عدل و رحمت کا وہ شجرہ طیبہ ظہور میں آیا۔ جس کی شاخیں فضاؤں میں پھیل گئیں۔ اور جڑیں زمین میں اتر گئیں۔ جس کی چھاؤں دور دور تک پھیل گئی اور جس کے فکری تہذیبی اور اخلاقی برگ و بار کا کچھ حصہ ہر قوم اور معاشرے تک پہنچا۔ محمدی انقلاب کے حیرت انگیز پہلوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو قبول کیا اس کی ساری کی ساری ہستی بدل گئی۔ اس کے ذہن کی ساخت' اس کے افکار و جذبات' اس کے ذوق اور دلچسپیاں' اس کی دوستیاں اور دشمنیاں اس کے اخلاقی معیارات سب کے سب بدل گئے۔ چور اور ڈاکو آئے اور دوسرے لوگوں کے اموال کے نگہبان بن گئے۔ زانی آئے تو دوسروں کی عصمتوں کے رکھوالے بن گئے۔ سود کھانے والے آئے تو وہ اپنی کمائیاں خدا کے دین اور بندوں کی خدمت کے لئے لٹانے لگ گئے۔

کبر کے مجسم آئے اور عاجزی کا نمونہ بن گئے۔ خواہشوں کے غلام آئے اور پل بھر میں دنیا نے دیکھا کہ وہ اپنی خواہشوں کو روندتے ہوئے ایک اعلیٰ نصب العین کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ جاہل آئے اور آسمان علم پر چھا گئے۔ محمدی انقلاب کے ان رضا کار سپاہیوں میں ڈسپلن اور نظم و ضبط ایسا بے مثال تھا کہ حالت نماز میں ان کو تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو انہوں نے اپنے رخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیر لئے۔ ان کے لئے شراب حرام کی گئی تو انہوں نے منہ کے ساتھ لگے ہوئے پیالے تک الگ کر کے پھینک دیئے۔ ان کی خواتین نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے حکم حجاب سنا تو انہوں نے میں میخ نکالنے کی بجائے فوراً" اپنے سروں اور سینوں زینتوں کو ڈھانپ لیا۔ ان میں سے کسی مرد ر عورت سے خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی تو اپنے جرم کے اقرار کرنے خود پیش ہوئے اور اصرار کیا۔ کہ ان پر سزا نافذ کی جائے۔ انہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک کر دیں۔ ان سے چندہ طلب کیا گیا تو کسی نے گھر کا سارا سامان پیش کر دیا۔

پس ہمارا مطالبہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام ذکر و عبادات' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنظیم' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کارنامے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار اور حکمت عملی کو سمجھ کر اپنے آپ کو اس امر کے لئے تیار کریں۔ کہ پہلے اپنے اندر محمدی انقلاب کا آغاز ہو اور پھر ہم نہ صرف اپنے ملک اور معاشرے کو بلکہ پوری نوع انسانی کو محمدی انقلاب کی برکتوں رحمتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند کریں کیونکہ ہمارے قاعد و رہبر و راہنما محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

لا الہ کی تیغ کاٹے گی اندھیرے کا جگر
گنبد خضرا سے روشن ہو گی پھر اپنی سحر
اپنا خون سیماب دے کر اتنا ہم کر جائیں گے
نام آقاؐ کا چمن میں پھر رقم کر جائیں گے۔

ضرورت رشتہ

حافظ قرآن۔ بی اے تعلیم اعوان فیملی سے تعلق رکھنے والی دوشیزہ کے لئے اعوان فیملی کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ= عبدالحمید چھنہ ایڈووکیٹ ڈسکہ

معاشرے کا بنیادی اصول

(مولانا محمد اکرم اعوان)

(طاقتور جو چاہے کرے۔ وہ انصاف ہے۔ کمزور کو اسے برداشت کرنا ہو گا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دین حق کی بات ارشاد فرمائی تو اس دور کا معاشرہ اس دور کا معاشی اور سیاسی سیٹ اپ اس دور کے اس عہد کے لوگ اس عہد کا نظام تعلیم نظام عدل اس زمانے کی سوسائٹی اور اس کے خدوخال وہ سارا کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی کے خلاف تھا توحید باری سے لے کر آخرت تک عبادات سے لے کر معاملات تک چیزوں کی حلت و حرمت بیع و شراء تک ہر کام اس پہلی روش سے بالکل ہٹ کر تھا پہلے جو روش چل رہی تھی اس میں بظاہر عقیدے مختلف تھے نظریئے مختلف تھے قومیں مختلف تھیں لیکن اصول بنیادی ایک ہی تھا بنیادی اصول صرف یہ تھا کہ طاقت ور جو چاہے کرے وہ انصاف ہے۔ کمزور کو اسے برداشت کرنا ہو گا۔ یعنی آپ پورے کافر معاشرے کی تاریخ پڑھ لیں تو یہ بنیاد اس کی بنتی ہے کہ جس شعبے میں کوئی بااثر ہے کسی کا رسوخ ہے کسی کے پاس طاقت ہے تو جو وہ کرے وہ صحیح ہے اور کمزور کو شور کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کمزور کیوں لوگوں کو ڈسٹرب کرتا ہے شور کر کے کیوں کھپ ڈالتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جو فلسفہ پیش فرمایا وہ یہ تھا کہ طاقت صرف اللہ کو سزاوار ہے بندے سب بندے ہیں اور ہر بندے کا اپنا ایک حق ہے جو اسے بغیر کسی تکلف کے ملنا چاہئے جہاں تک طاقت کا تعلق ہے تو اللہ اکبر بڑائی صرف اللہ کے لئے ہے۔ کوئی بڑا نہیں ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ سب سے پہلے یہ بات انہی لوگوں کو ناگوار گزرنی چاہئے تھی جو طاقت ور تھے جن کے پاس اقتدار تھا اختیارات تھے یا دولت تھی یا وسائل تھے یا جو لوگ معاشرے پہ قابض تھے یا چھائے ہوئے تھے انہیں کو چیلنج تھا اور وہ سب خلاف ہو گئے تو اللہ کریم نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ ایک عام آدمی سے تو کہہ دیجئے۔

قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی۔

لوگو! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بھٹک گیا ہوں یا معاذ اللہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ درست نہیں ہے تو اس سارے کا جو وبال ہے وہ تو اکیلا میری جان پر ہے روئے زمین کے جابروں کی ظالموں کی روئے زمین کے بگڑے ہوئے انسانوں کی دشمنی میں مول لے رہا ہوں۔ اس میں تو تم کوئی بھی شریک نہیں سارے میرے دشمن ہو رہے ہیں سارا دباؤ میری ذات پر آ رہا ہے لیکن یہ بھی تو سوچو۔

وان ھتدیت۔ یہ بھی تو سوچو جو میں کہہ رہا ہوں اگر یہ سچ ہے اگر میری بات راستی پر ہے ہدایت پر ہے تو

فیما یوحی الی ربی۔ تو یہ بات میری نہیں ہے یہ میرے پروردگار کی ہے۔ ایک عام آدمی کے لئے میرے اور آپ کے لئے کتنی عظیم بات ارشاد فرمائی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم نے اعلان اسلام نہیں کیا ہم نے اسلام کی راہ میں تکلیفیں نہیں اٹھائیں ہم نے کافروں اور مشرکوں کا دباؤ برداشت نہیں کیا۔ ہمیں اسلام کو پہنچانے کے لئے کوئی تکلیف نہیں کرنا پڑی۔ اسلام کو پانے کے لئے کوئی تکلیف نہیں کرنا پڑی جتنی تکلیف جتنی کلفت جتنی اس کی مخالفت جتنا اس پر دباؤ آیا وہ برداشت کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور پھر خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہیں وہ زمانہ نصیب ہوا کہ جب اسلام غریب تھا تو انہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی انہوں نے زندگیاں نچھاور کیں انہوں نے جانیں دیں انہوں نے مال و دولت قربان کیا خوش قسمت تھے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کا جان مال خون گوشت اللہ نے دین کے حق میں قبول فرمایا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قربانیاں ان لوگوں نے دیں جب اسلام کمزور تھا اور دنیا پہ کفر طاقت ور تھا ہمارے میرے آپ کے پاس تو اللہ کا تحفہ ہے اور ہمیں تو وراثتاً مل گیا ہم پر تو اللہ کا یہ احسان ہے کہ ہمیں تو والدین کی گود میں مل گیا پیدا ہوئے تو کان میں کہہ دیا گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم اسلام کے لئے قربانیاں دینے میں شریک نہ ہو سکے۔ اب اگر ہم نے اسلام کو اپنانے میں بھی کوتاہی کی تو بتایئے ہمارے پاس کیا بچا کل یوم حشر کل اللہ کی بارگاہ میں کل میدان قیامت میں ہمارے دامن میں کیا ہو گا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یہ معمولی بات نہیں ہے جو بات میں تم تک پہنچا رہا ہوں یہ پروردگار عالم کی بات ہے رب العالمین کی بات ہے کوئی بندہ واپڈا میں ملازم ہوتا ہے تو اس کے اوقات کار واپڈا والے بتاتے ہیں کہ تمہیں اتنے بجے دفتر آنا ہے، اتنے بجے تم فارغ ہو جاؤ گے یہ یہ کام تمہیں کرنا ہے کوئی فوج میں ہے تو اس کے اوقات کار آرمی ۔ ا سول میں ہے تو اس کے اپنے شعبے کے لوگ ار ذمہ داری اوقات کار تقسیم کرتے ہیں یہ ایک مومن کائنات میں بندہ مسلمان ہے جس کے اوقات کار خود ر العالمین ترتیب دیتا ہے تجھے اس وقت اٹھنا ہے تجھے اس وقت عبادت کرنی ہے تجھے فلاں کے ساتھ دوستی رکھنی ہے اور فلاں کے ساتھ دشمنی رکھنی ہے اس انداز سے خریدنا ہے اور اس انداز سے بیچنا ہے اس انداز سے تجھے معاملات کرنے ہیں بجائے خود اسلام مسلمان کے لئے کتنی باعث فخر نعمت ہے کہ ایک عام بندے کے میرے اور آپ کے اوقات کار رب العالمین بنا کر دے اور پھر اس پر عمل نہ کر کے ہم اپنے آپ کو سمجھیں کہ ہم نے بڑا تیر مارا تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی اپنے سینے میں خنجر گھونپ کر سمجھے میں بڑا بہادر ہوں جیسے کوئی زہر کھا کر سمجھے کہ میں نے بڑی جرات مندی کی۔ یہ جرات مندی نہیں ہے یہ اپنی تباہی اپنی ہلاکت ہے۔

اسلام ہم پر کوئی ٹیکس یا ہلاکت نہیں ہے اسلام اللہ کا وہ انعام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم تک پہنچا اور یہ یاد رکھو لوگو! اسلام کے پھیلانے میں ہم کچھ نہیں کر سکے ہم اس وقت تھے ہی نہیں ہمارے ذمے اسلام کو اپنانا رہ گیا اور خوانخواستہ اگر ہم اس میں بھی کچھ نہ کر سکے تو ہم کس فریق میں ہوں گے اور یاد رکھئے نتائج عمل پر مرتب ہوتے ہیں محض دعوے پہ نہیں ایک آدمی سارا دن کہتا رہے میں نے کھانا کھا لیا کھانا کھا لیا کھائے گا نہیں تو اس کی بھوک نہیں مرے گی اس کا پیٹ پورا نہیں ہو گا اس کی زندگی باقی نہیں رہے گی نتیجہ عمل پہ مرتب ہو گا ساری عمر ہم کہتے رہیں مسلمان ہیں مسلمان ہیں اس سے بات نہیں بنے گی جب تک ہم اسلام کو اپنائیں گے

باقی صفحہ نمبر ۳۴ پر

اسلام اور حقوق نسواں

پروفیسر محمد سلیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عزیز پاکستان میں عورتوں کا عالمی کی بات ارشاد جس کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں میں یہ شعور پیدا اور سجائے کہ وہ بھی دنیاوی امور میں مردوں کے برابر اور ان عہدے شانہ بشانہ کام کریں۔ اپنے حقوق کے لئے لڑیں اور معاشرے نے بے جا پابندیاں ان پر جو لگا رکھی ہیں۔ ان سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اس سلسلے میں اسلام آباد کے علاوہ ملک کے دیگر شہروں میں بھی میلے منعقد کئے گئے۔ ناچ گانا ہوا کھایا پیا گیا اور تفریح کا موقع میسر آیا۔ اس دن کو منانے کے لئے مقاصد کہاں تک حاصل ہوئے یہ تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جنہوں نے اس کا اہتمام کیا تھا۔

اس سے ایک روز قبل ٹیلی ویژن پر اسی عالمی دن کے حوالے سے ایک خاتون دو نوجوان لڑکیوں سے انٹرویو کر رہی تھی۔ خاتون نے لڑکیوں سے حقوق نسواں کے متعلق سوال کیا تو جواب میں انہوں نے کہا کہ عورتوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ وہ بھی مردوں کے برابر کام کریں۔ عورتوں پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ ختم ہونا چاہئے اور مردوں اور عورتوں کے درمیان پائی جانے والی علیحدگی (Segregation) اب ختم ہونی چاہئے۔

ابھی یہ انٹرویو ختم نہیں ہوا تھا کہ پندرہ صدیوں پہلے والا دور میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب عورت واقعی ایک بہت مظلوم جنس تھی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب انسانیت اپنی ذلت کے انتہائی عمیق گڑھوں میں گری ہوئی تھی۔ اس دور میں عورتوں پر جو ظلم ہوتا تھا کوئی اس سے ناواقف نہیں۔ ایک جانور' ایک بھیڑ اور بکری کی بھی کوئی حیثیت ہوتی ہے مگر اس معاشرے میں ایک عورت کی اتنی بھی حیثیت نہ تھی۔ عورتوں کی منڈیاں لگا کرتی تھیں جن میں عورتوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ مرد ان عورتوں کو نوکرانی' لونڈی یا بیوی بنا کر اپنے پاس رکھتے۔ اگر خاوند فوت ہو جاتا تو گھر میں سب سے بڑا بیٹا اسے اپنی بیوی بنا لیتا۔ کل تک جو اس کی ماں ہوتی تھی آج اس کی بیوی کہلاتی۔ وراثت میں اس کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ اس کا کوئی حق مہر نہیں تھا اس کی کوئی گواہی قبول نہ تھی اس کا کوئی احترام نہیں تھا۔ ایک سیاح اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ افریقہ میں ایک جنگل سے گزرتے ہوئے رات ہو گئی تو وہاں ایک جھونپڑی میں رات گزارنے کی غرض سے ٹھہر گیا۔ وہاں ایک عورت اور اس کا نوجوان بیٹا تھا۔ رات کا کھانا جو دیا گیا اس میں انسانی گوشت شامل تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ اس نے عورت سے گوشت کے متعلق استفسار کیا تو کہنے لگی کہ آج صبح میرے بیٹے کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ بیوی لڑ جھگڑ کر جنگل میں نکل گئی۔ دوپہر کو یہ جنگل میں گیا تو اپنی بیوی کو شکار کر کے لے آیا یہ گوشت اسی کا ہے اور میں نے تمہیں اس کے بازو کی مچھلی کی بوٹی دی ہے جو کھانے

میں لذیذ تر ہوتی ہے۔

یہ اس معاشرے کا حال تھا لوگ اپنے گھروں میں پیدا ہونے والی بچیوں کو اس لئے مار دیتے تھے کہ اس معاشرے میں ان کے ساتھ جو سلوک ہوتا تھا اس سے کہیں بہتر تھا کہ اسے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جائے۔

لیکن دفعتاً" آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودار ہوا۔ جہالت ختم ہوئی۔ سارا جہان روشن ہوا۔ اسلام کا ظہور ہوا۔ معاشرہ تبدیل ہوا ہر شخص کو اس کا حق ملا۔ یتیموں اور بیواؤں کو سہارا ملا۔ عورتوں کو ان کے حقوق ملے ان سب باتوں کا کریڈٹ صرف اور صرف اسلام کو جاتا ہے۔ وہی اسلام جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے۔ اسی اسلام نے نہ صرف مردوں کو ظلم سے روکا بلکہ عورتوں کو ان کے حقوق دیئے۔ ماں جو ایک عورت ہے اس کے قدموں میں جنت کی خوشخبری دی۔ بیوی جو ایک عورت ہے اس کو حق مہر، چار دیواری اور تحفظ دیا۔ بیٹی جو ایک عورت ہے اسے رحمت قرار دیا اور اسے وراثت کا حق دار ٹھہرایا۔ عورت کو معاشرے میں احترام ملا۔ اس کو ظلم سے نجات ملی۔ غرض کہ عورت کو جو کچھ ملا وہ صرف اسلام سے ملا۔ جب اسلام نہیں تھا تو عورت کے پاس بھی کچھ نہیں تھا آج اگر عورت اپنے حق سے محروم ہے اور اسے اس کا اصل مقام نہیں مل رہا تو بتائیے اسلام ہمارے پاس ہے کہاں؟ اسلام ہمارے ہاتھ سے گیا تو آبادی کا ایک طبقہ اپنے حق سے محروم ہوا تو دوسرا طبقہ غاصب کہلوایا۔ حق بات تو یہ تھی کہ انٹرویو دینے والی خواتین اسلام کا مطالبہ کرتیں اس کے نفاذ کی بات ہوتی۔ اس نظام کی بات ہوتی جو انہیں ان کے تمام حقوق دیتا ہے اور کسی کو بھی ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا۔

جب اسلام نہیں تھا تو عورت ذبح ہوتی رہی مگر کوئی مردوس سے مس نہیں ہوا مگر جب اسلام آیا تو تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سارے اسلامی دور میں کہیں کسی عورت کی کوئی چیخ بھی سنائی نہیں دیتی اور اگر کہیں سے کوئی ایسی آواز آتی بھی ہے تو محمد ناصر سپوتوں نے ہی اس کی داد رسی کی ساہیوال شہر پشت ڈال کر اپنے حقوق کو حاصل کر- 04 بے معنی ہو گی۔ بلکہ اس سے معاشرے میں- 0441 - گا اور مسائل میں مزید اضافہ ہو گا۔

لیکن اگر آج کی عورت اپنے حقوق لینے کی آڑ میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول چاہتی ہے یا مغربی معاشرے کی تقلید چاہتی ہے تو یہ یاد رکھیں کہ بظاہر تو وہ معاشرہ بہت خوبصورت نظر آتا ہے مگر اس کے اندر اتنی ہی غلاظت ہے۔ اس معاشرے کی اس سے بڑھ کر بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس میں کوئی پیدا ہونے والا بچہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا باپ کون ہے؟ یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حکومتوں کو سرکاری کاغذات میں سے ولدیت کا خانہ حذف کرنا پڑا ہے۔

خدارا! کچھ ہوش کرو۔ اسلام عورت کو کام کرنے سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو مسلمان عورتیں میدان جنگ میں بھی جہاد کرتی ہوئی نظر آتی ہیں مگر اس کا انداز بھی انہوں نے وہی اپنایا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سکھایا تھا۔

سادہ سی بات ہے اور بہتری بھی اسی میں ہے کہ سیدھی سیدھی اسلام اور اس کے نفاذ کی بات کی جائے کہ جو نہ صرف عورتوں کے بلکہ مردوں کے حقوق کا بھی تعین کرتا ہے۔ زندگی کا اصل سکون اور مزہ اسی نظام میں ہے۔ اس سے انحراف ہو گا تو بے سکونی اور رسوائی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد صادق آف خان پور (رحیم یار خان) اور صوبیدار یار محمد کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

انسداد رشوت کی طرف ایک قدم

سیف الرحمن سیف
(میانوالی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اسلام کی بات ارشاد جس کا مقصد سے لاپرواہی برتنے' ان کی خلاف اور سبائے کہ وہ بھی دنیا کے قیام کے مقاصد کے منافی عہدئے شانہ بشانہ بلکہ میں رشوت کی جڑیں ہمارے معاشرے معاشرے میں مضبوط ہو گئی ہیں۔ یہ بھی سابقہ حکومتوں کی ناکامیوں میں شامل ہے کہ انہوں نے پاکستان کے قومی مسائل کو حل کرنے میں غیر دیانت دارانہ طریقے اختیار کئے۔ انہوں نے ہر وہ کام کیا جو انہیں نہیں کرنا چاہیئے تھے۔ اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے ہمیشہ پہلوتہی کی۔ سابقہ حکومتیں' عوام کے سامنے پاکستان کے قیام کے حقیقی مقاصد پیش نہ کرنے اور انہیں قیام پاکستان کے حقیقی معنی سے روشناس نہ کرانے کی بھی مجرم ہیں۔

پاکستان میں رشوت نے وبا کی شکل اختیار کر لی ہے اور قومی زندگی کا کوئی شعبہ اس سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ پاکستان سے رشوت کا خاتمہ کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لئے ہر مرحلے پر طویل اور مختصر مدت کے خصوصی اقدامات کی ضرورت ہے۔ ہر شعبے کے ماہرین کو اس خرابی کو دور کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرنی ہو گی۔ اس سلسلے میں قومی مقاصد کے حصول کو باعث عزت و افتخار سمجھنا' وطن دوستی کے جذبے کو ابھارنا' عوام کو ذہنی طور پر اس خرابی کے خلاف جدوجہد کے لئے تیار کرنا اور معاشرے کے ہر فرد اور طبقے کو اس قابل نفرت برائی کے اثرات سے باخبر کرنا ضروری ہے۔ اس قومی بیداری کے لئے ابتدائی تعلیم سے یونیورسٹی کی سطح تک ہر مرحلے پر اسلام کے اخلاقی اصولوں اور اقدار کا احیاء لازمی حیثیت رکھتا ہے۔

رشوت کے خاتمے کے لئے فحش کتابوں' رسائل' فلموں اور جنس کو اشتہار بازی کا ذریعہ بنانے والے اخباروں اور رسالوں پر مکمل پابندی' شراب نوشی' قمار بازی اور دوسری خرابیوں کے خلاف بڑے پیمانے پر مہم کے ذریعہ عوام میں بیداری پیدا کرنی اور سخت اقدامات کرنے ضروری ہیں۔ اس خرابی کو ختم کرنے کے لئے ان ذریعوں کو ختم کرنا ہو گا جن سے رشوت لینے اور دینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ جو لوگ رشوت لینے اور دینے کے مرتکب پائے جائیں انہیں عبرتناک سزا ملنی چاہیئے۔ کسی قوم کی اخلاقی زندگی کے لئے اس سے زیادہ خطرناک کوئی دوسری بات نہیں ہے کہ برائیوں اور خرابیوں کو برداشت کر لیا جائے۔

یہ کتنی افسوس ناک اور تلخ حقیقت ہے کہ "اسلامی مملکت پاکستان" کی نام نہاد حکومتوں نے اپنی سرگرمیوں سے ہمیشہ مذہب خصوصاً" اسلام کا مضحکہ اڑایا ہے۔ انہوں نے اسلامی اقدار کو نظر انداز کر کے مغربی اقدار کو اپنایا اور اس کے نتیجے میں ایک ایسی نوجوان نسل ہمارے سامنے ہے جو اپنے راستے سے بھٹک چکی ہے۔

انہوں نے ہمارے محنت سے کمائے ہوئے زرمبادلہ کے بدلے فحش کتب و رسائل درآمد کر کے ملک میں بداخلاقی کا راستہ کھول دیا۔ آج ملک کے گوشے گوشے میں کتابوں کی دکانوں پر یہ مخرب اخلاق لٹریچر موجود ہے ہمارے ملک میں شام کے بیشتر اخبار خصوصاً جنس کے سہارے زندہ ہیں اور یہ سب کچھ "آزادی صحافت" کے نام پر ہو رہا ہے۔ جنس زدہ ممالک کے کسی گوشے میں جنسی بے راہ روی کا کوئی واقعہ ایسا نہیں جس کی تصاویر و تفصیلات ان اخبارات میں شائع نہ ہوتی ہوں۔ ہمارے معاشرے کے ان درندہ صفت مجرموں کو آزادی اظہار کا ہیرو سمجھا جاتا ہے۔

اس دنیا میں دوسروں پر ظلم کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے کی اسی صورت میں سزا ملتی ہے جب مجرم گرفت میں آجائے۔ لہٰذا ایسے بہت سے لوگ جو برائیوں میں آلودہ ہیں اور کسی نہ کسی صورت میں دوسروں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سزا سے بچے ہوئے ہیں۔ معاشرے کی اخلاقی بنیادیں کمزور کرنے اور اپنی شرانگیزی سے لاکھوں افراد اور آئندہ نسلوں کی زندگی برباد کرنے جیسے سنگین جرائم کی سزا انتہائی سخت اور عبرت انگیز ہونی چاہئے۔

جب تک ہم اپنی قومی زندگی سنوارنے' خدا کا خوف پیدا کرنے' قومی زندگی میں اپنی انفرادی ذمہ داریاں بحسن و خوبی انجام دینے اور پاکستانی باشندوں کے سوچنے کے انداز کو یکسر بدل دینے کی غرض سے عوام میں ایک نیا جذبہ پیدا کرنے کی پختہ اور ٹھوس کوشش نہیں کریں گے' رشوت کی روک تھام کے تمام طریقے ناپائیدار ثابت ہوں گے' رشوت پر مکمل قابو پانے کے بعد ہم حقیقی معنوں میں ایک صحت مند اور خوشحال معاشرہ کی بنا رکھ سکتے ہیں۔

ضرورت رشتہ

کینیڈا میں مستقل رہائش پذیر پڑھی لکھی سید فیملی کی ساڑھے اکیس سالہ صوم و صلوۃ کی پابند لڑکی کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ کے لئے :۔

سید احمد وقاص

35/c - زید ٹاؤن- ساہیوال شہر

فون : 50001 - 0441

فیکس : توجہ سید- اے ماجد نمبر 50871 - 0441

مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے دارالعرفان میں قربانی کی گئی۔

۱- فیض احمد ماہل- یو- ایس- اے- ۱ قربانی- فیکس
۲- حافظ فرمان اللہ صاحب- یو- کے- ۳ قربانی- بریڈ فورڈ
۳- محمد منیر- یو- کے- ۱ قربانی- بریڈ فورڈ-
۴- سلمان بیگ- یو- کے- ۱ قربانی- بریڈ فورڈ
۵- فضل حق- یو- کے- ۱ قربانی- بریڈ فورڈ
۶- محمود شاہ صاحب- یو- کے- ۱ قربانی- بریڈ فورڈ
۷- مسرت شکیل- یو- کے- ۲ قربانی- بریڈ فورڈ
۸- جہانگیر حسین- یو- کے- ۲ قربانی- بریڈ فورڈ
۹- ملک محمد ظہیر- یو- کے- ۱ قربانی- برمنگھم
۱۰- عتیق الرحمٰن- یو- کے- ۱ قربانی- برمنگھم
۱۱- محمد اعظم- یو- کے- ۱ قربانی- برمنگھم
۱۲- ملک محمد طارق- یو- کے- ۱ قربانی- کارڈن
۱۳- عبدالمجید صاحب- یو- کے- ۱ قربانی- لارڈز فیلڈ
۱۴- محمد اکرم صاحب- یو- کے- ۱ قربانی- لارڈز فیلڈ
۱۵- نذیر احمد صاحب- یو- کے- ۱ قربانی- لارڈز فیلڈ
۱۶- احمد نواز- پاکستان- ۱ قربانی
۱۷- کرنل ابراہیم خلیل- پاکستان- ۲ قربانی
۱۸- راشد- پاکستان- ۲ قربانی
۱۹- ڈاکٹر رشید صاحب- پاکستان- ۱ قربانی
۲۰- محمد رفیق- سعودی عرب- ۳ قربانی
۲۱- ذاتی- پاکستان- ۷ قربانی

ٹوٹل ۳۵ قربانیاں دارالعرفان میں کی گئیں۔

JOIN SIQARAH COLLEGE

Affiliated to Lahore Board / Punjab University

For

F.A. / F.Sc / I. COM / B. Sc (GEN. Sc).

Special Features:

- A Totaly Non-commercial Institute.
- Custom - Built Campus.
- Facilities For Computer Education.
- Fully Qualified Faculty.
- N.C.C Training Provided.
- Special Attention On Moral And Spiritual Education.
- Hostal Facilities Available.

Admissions For Intermediate Class (XI)th will Open After Declaration of Matric Results.

Managed By:
Anjuman Dar-Ul-Irfan (Regd)
And Awaisia Co-op. Housing
Society (Regd).

Principal:
Prof. M A Saeed
M.A (Pb). D St. (PB)
B.A. Hons (Lond) Ex Chairman Bise Lhr
Ex DPI (Colleges)

Awaisia Society Near Ghazi Chowk College Road. Township.
Lahore. PH: 842998 - 5111758

MONTHLY
AL-MURSHED
Reg. No. L8607

ار التنزیل

تحریر میں قرآن

کریم کو سمجھنا صرف

پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک

چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد

اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ

ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5115086